المقصد الصحیح فی رکعات التراویح
۲۰ رکعات مسنون تراویح
پر شبہات
کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ
غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی کی کتاب کا تحقیقی جائزہ
اصول جرح و تعدیل کی روشنی میں مدلل و مفصل تحقیق
تالیف
فیصل خان رضوی
دار التحقیق فاؤنڈیشن راولپنڈی
pasbanehaq

القصد الصحیح فی رکعات التراویح
۲۰ رکعات مسنون تراویح
پر شبہات
کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ
غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی کی کتاب کا تحقیقی جائزہ
اصول جرح و تعدیل کی روشنی میں مدلل و مفصل تحقیق
تالیف
فیصل خان رضوی
دار التحقیق فاؤنڈیشن راولپنڈی

نام کتاب: 20 رکعات مسنون تراویح پر شبہات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ
تالیف : فیصل خان رضوی
ایڈیشن اول: اپریل ۲۰۲۱ء
صفحات:
ناشر: دار التحقیق فاونڈیشن، راولپنڈی، پنجاب، پاکستان
0335-5989777

ملنے کے پتے

احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5551167
مکتبہ غوثیہ، اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی	0321-5122632
ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور-کراچی	0312-4433699
ورلڈ ویو پبلشرز، فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، لاہور	0333-3585426
اہل سنہ پبلی کیشنز، دینہ، ضلع جہلم	0321-7641096
مکتبہ نعیمیہ، دار العلوم نعیمیہ، کراچی	0300-2080345
مکتبہ الغنی پبلشرز، فیضان مدینہ، پرانی سبزی منڈی، کراچی۔	0305-2578627

فہرست

انتساب

بندہ ناچیز اپنی اس حقیر کوشش کو

محدث فقیہ الامت امام اعظم

نعمان بن ثابت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

کے نام انتساب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

جن کی باطنی فیضان کے تصدق

بندۂ ناچیز کو دقیق نکات پر اطلاع ہوتی ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

خادم اہلِ سنت و جماعت

فیصل خان

(راولپنڈی)

ھدیہ تبریک

بندہ ناچیز اپنی اس حقیر کوشش کو اپنی والدہ

امی جان کے نام

کرنے کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جن کی تربیتِ صالحہ کے نتیجہ میں راقم کو مسلک اہل سنت کی خدمت کی توفیق ملی۔

دین کی اس علمی خدمت کا سارا ثواب ان ہی کو پہنچے۔

ابتدائیہ

اللہ کریم کا خاص کرم ہے کہ اہل سنت و جماعت کے عقائد وفروعی امور پر دلائل کے انبار موجود ہیں، مگر کچھ لوگ تحقیق کے نام پر عوام الناس کو مغالطہ دینے کی اپنی ناکام کوشش کرتے رہے ہیں۔ ان شبہات کے ازالہ کے لیے علماء نے بھرپور علمی و تحقیقی جواب دیے مگر ان علمی نکات کو سمجھنے کے بجائے نام نہاد اعتراضات کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کچھ عرصہ قبل نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر ایک غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی کی کتاب انوار البدر کا جواب لکھا۔ اس جواب لکھنے کے دوران غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی کی کتاب انوار التوضیح لرکعات التراویح بنام مسنون رکعات تراویح اور شبہات کا ازالہ زیر مطالعہ رہی۔ موصوف کے یہ کتاب پڑھ کر حیرانگی ہوئی کہ کس طرح عوام الناس کو تحقیق کے نام پر دھوکہ دیا جارہا ہے اور حقائق سے صرف نظر کرکے دیگر ابحاث میں الجھایا جاتا ہے۔ موصوف کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے جس طرح علمی نکات کو دیگر غیر متعلقہ ابحاث میں الجھا کر عام قاری کو الجھانا چاہا یہ ان کا ہی وطیرہ ہے۔

بہر حال راقم نے اپنی کتاب میں کسی دیگر نکات پر طویل بحث کرنی کی بجائے یہ کوشش کی ہے کہ ایک عام قاری کو علم حدیث و اسماء الرجال کی ابحاث آسان انداز میں سمجھائی جاسکے اور روایات کی تضعیف و تصحیح کو قواعد پر پرکھا جاسکے۔ روایات کی اسانید میں متفقہ ثقہ راوی پر کسی ایک کتاب کا حوالہ دیا کیونکہ جو نکتہ اختلافی نہیں اس پر مزید حوالہ جات نقل کرنا کتاب کی ضخامت کا باعث ہوتا، جیسا کہ غالی غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی نے اپنی کتاب میں کیا۔

راقم نے اپنی کتاب میں حتی الامکان کوشش کی ہے کہ صحیح یا حسن روایات سے استدلال کیا جاسکے۔ ضعیف روایات کو نقل نہیں کیا گیا تاکہ عوام الناس کے سامنے اصل حقائق واضح کیے جاسکیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں 20 رکعت تراویح پر چند صحیح مرسل روایت کو بطور شاہد نقل کیا ہے۔

راقم نے دانستہ طور پر کسی عبارت کو نقل کرنے یا ترجمہ کرنے میں بددیانتی یا کذب بیانی نہیں کی، مگر یہ ممکن ہے کہ خطاء سے متعدد اغلاط ہوں۔ اگر کوئی علمی غلطی یا خطاء ہو تو اصلاح یا رجوع کے لیے ضرور آگاہ کریں۔ کتاب پر نظر ثانی کے لیے محترم علامہ مفتی محمد شعیب خان صاحب کو زحمت دی جنہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود کتاب کی نظر ثانی کی اور متعدد مقامات پر اصلاح بھی کی۔ کتاب مکمل ہونے پر محقق علامہ مفتی حق النبی سکندری صاحب آف سندھ نے کتاب کا نام " المقصد الصحیح فی عدد رکعات التراویح " تجویز کیا۔ جس پر راقم ان کا انتہائی مشکور و ممنون ہے۔

ایک اللہ کے ولی اور مخلص اہل سنت نے کتب کی اشاعت کے لیے خطیر رقم مختص کی جس کا راقم ان کا تہہ دل سے مشکور ہے، کیونکہ اہل سنت میں متعدد لوگ ہیں جو کتاب کی اہمیت کا ادراک رکھتے ہیں، راقم کی دلی خواہش تھی کہ ان مخلص اہل سنت کا اسم گرامی کے ساتھ ذکر خیر کرتا، مگر جناب نے سختی سے نام ظاہر نہ کرنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب اور دیگر کتب کی اشاعت کروانے پر حضرت مخلص اہل سنت اور ان کے آباء و اجداد کو جزائے خیر اور ڈھیروں ڈھیر ثواب عطا فرمائے۔ کہ اس تعاون کے لیے ہم ان کے بہت ممنون و احسان مند رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس طرح کے لوگ اہل سنت میں قائم اور دائم رکھے تا کہ مسلک اہل سنت کے مزید اشاعت ہو سکے۔

انہی کے ساتھ میں محترم جناب عبدالغفار دوانہ صاحب آف کراچی کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں ہمارا ساتھ دیا اور مالی تعاون بھی کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو لوگوں کے لیے راہ ہدایت بنائے اور ہماری اس حقیر کاوش کو اپنے دربار عالیہ میں قبول و منظور فرمائے۔ (آمین)

فیصل خان، راولپنڈی

Ph: 0321-5501977

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی روایت

محدث ضیاء الدین مقدسی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں۔

أخبرنا أبو عبد الله محمود بن أحمد بن عبد الرحمن الثقفي بأصبهان أن سعيد بن أبي الرجاء الصيرفي أخبرهم قراءة عليه أنا عبد الواحد بن أحمد البقال أنا عبيد الله بن يعقوب بن إسحاق أنا جدي إسحاق بن إبراهيم بن محمد بن جميل أنا أحمد بن منيع أنا الحسن بن موسى نا أبو جعفر الرازي عن الربيع بن أنس عن أبي العالية عن أبي بن كعب أن عمر أمر أبيا أن يصلي بالناس في رمضان فقال إن الناس يصومون النهار ولا يحسنون أن (يقرؤا) فلو قرأت القرآن عليهم بالليل فقال يا أمير المؤمنين هذا (شيء) لم يكن فقال قد علمت ولكنه أحسن فصلى بهم عشرين ركعة.

(الأحاديث المختارة للضياء المقدسي 3/367 رقم الحديث 1161)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رمضان میں مجھے رات کو تراویح پڑھانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ لوگ دن میں روزہ رکھ لیتے ہیں مگر تراویح نہیں پڑھ سکتے، اس لئے لوگوں کو تراویح پڑھاو۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا امیر المومنین! یہ ایسی چیز کا حکم ہے جس پر عمل نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں جانتا ہوں لیکن یہی بہتر ہے، پس حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیس 20 رکعات تراویح پڑھائی۔

اعتراض:

کفایت اللہ سنابلی صاحب غیر مقلد اپنی کتاب انوار التوضیح ص 348 پر لکھتے ہیں۔

"یہ روایات ضعیف ہے، سند میں موجود ابوجعفر الرازی سی الحفظ ہے۔

امام أبوزرعۃ الرازی رحمہ اللہ (المتوفی 264) نے کہا:

شیخ یھم کثیرا۔ (الضعفاء لابی زرعۃ الرازی 2 : /443)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی 354) نے کہا:

کان ممن ینفرد بالمناکیر عن المشاھیر لا یعجبنی الاحتجاج بخبرہ إلا فیما وافق الثقات (المجروحین لابن حبان 2 : /120)۔

یہ مشہور لوگوں سے منکر روایت کے بیان میں منفرد ہوتا تھا، اس کی حدیث سے حجت پکڑنا مجھے پسند نہیں الا کہ یہ ثقہ رواۃ سے اس کی تائید مل جائے۔

امام ابن حبان نے یہ بھی فرمایا:

والناس یتقون حدیثہ ما کان من روایۃ أبی جعفر عنہ لأن فیھا اضطراب کثیر

لوگ الربیع بن انس سے ابوجعفر کی روایات سے بچتے ہیں، کیوں کہ ان بہت اضطراب ہوتا ہے۔ (الثقات - ابن حبان ص 4 / 228)

اور زیر بحث حدیث اسی طریق سے ہے، لہذا ضعیف ہے۔ یاد رہے کہ متعدد حنفی حضرات نے بھی اس راوی کو ضعیف تسلیم کیا ہے۔ انتہی"

جواب:

گذارش ہے کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب نے ابوجعفر الرازی پر چند محدثین کرام سے جرح نقل کی ہے مگر اکثر علماء نے اس کی توثیق کی ہوئی ہے۔ ہم مسلکی حمایت سے ہٹ کر اس راوی پر محدثین کرام کے آراء کو پیش کرتے ہیں تاکہ حقیقت واضح ہو سکے۔

ابو جعفر الرازی پر جرح کرنے والے محدثین کرام کے حوالہ جات ملاحظہ کریں۔

الفلاس :فیہ ضعف. وھو من أھل الصدق سیء الحفظ۔

(تاریخ بغداد 11/.146)

العجلی :ضعیف الحدیث۔(ترتیب معرفۃ الثقات 2/.391)

أبوزرعۃ :شیخ یھم کثیراً۔(سوالات البرذعی 1/.443)

امام نسائی :لیس بالقوی.(سنن النسائی 3 :/.258)

ابن حبان کا مکمل قول:

کفایت اللہ سنابلی صاحب نے ابن حبان کی جرح مکمل نقل نہیں کی۔موصوف کے نقل کردہ تحریر ملاحظہ کریں۔

کان ممن ینفرد بالمناکیر عن المشاھیر لا یعجبنی الاحتجاج بخبرہ إلا فیما وافق الثقات....

یہ مشہور لوگوں سے منکر روایت کے بیان میں منفرد ہوتا تھا،اس کی حدیث سے حجت پکڑنا مجھے پسند نہیں الا کہ یہ ثقہ رواۃ سے اس کی تائید مل جائے۔۔۔۔

اس جرح کے بعد ابن حبان نے متصل جو بات کہی وہ بھی ملاحظہ کریں،ابن حبان لکھتے ہیں۔

ولا یجوز الاعتبار بروایتہ إلا فیما لم یخالف الاثبات.

مفھوم:اور نہ اس کی روایت پر اعتبار کیا جا سکتا ہے الا یہ کہ اپنے سے زیادہ ثقہ راوی سے کی مخالفت نہ ہو۔

یعنی کہ جس روایت میں اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت نہ ہو تو اس پر اعتبار اور اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

امام ابن حبان کے اس مکمل قول سے واضح ہوا کہ ابو جعفر الرازی کی منفرد روایت سے احتجاج کرنا محدث ابن حبان کو پسند نہ تھا مگر وہ روایت جس میں ابو جعفر الرازی اپنے سے ثقات راوی کی مخالفت نہ کرے،اس پر اعتبار اور استدلال کیا جا سکتا ہے۔جبکہ پیش کردہ ضیاء المختار کی

روایت میں کسی ثقہ راوی کی مخالفت ثابت نہیں بلکہ دیگر ثقہ راویوں نے 20 رکعت کے بیان میں ابوجعفر الرزای کی موافقت بھی کی ہے جس سے محدث ابن حبان کا ابوجعفر الرزی کا ربیع بن انس سے مرویات پر مضطرب کا اعتراض بھی رفع ہو جاتا ہے۔ اس لیے یہ حدیث تو ابن حبان کے اصول کے مطابق بھی قابل حجت اور صحیح روایت ہے۔

ابوجعفر الرازی کی توثیق کرنے والے محدثین کرام کے حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

۞ امام ابن معین :ثقة۔ (تاریخ بغداد 11/ 146.)

ایک دوسرے مقام پر کہا :ثقة. وهو يغلط فيما يروى عن مغيرة۔

(الدوری. 4772)

ایک دوسرے شاگرد نے روایات کیا کہ :ليس به بأس۔

(من كلام أبي زكريا في الرجال .82)

ایک دوسرے مقام پر کہا :صالح ۔(الجرح والتعدیل 6/ 280)

ایک مقام پر کہا :يكتب حديثه إلا أنه يخطىء ۔(تاریخ بغداد 11/ 146)

۞ ابن المدینی :ثقة۔(سوالات ابن أبي شيبة .148)

۞ الساجی :صدوق ليس بمتقن۔(تاریخ بغداد 11/ 146.)

۞ امام ابن عمار :ثقة۔(تاریخ بغداد 11/ 146.)

۞ امام أبو حاتم ثقة صدوق صالح الحديث۔(الجرح والتعدیل 6/ 280)

۞ حافظ ابن حجر :صدوق سيء الحفظ خصوصاً عن مغيرة۔

(تقريب التهذيب 8019)

حافظ ابن حجر ایک دوسرے مقام پر ابوجعفر کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

الإسناد حسن. (مختصر البزار 2/ 265)

۞ علامہ ذہبی۔صالح الحديث۔(میزان الاعتدال 3/ 320 رقم 6595)

۞ ابن سعد : وكان ثقة۔(طبقات ابن سعد 7/ 380)

۞ حاکم :ثقة (تہذیب 12/ 57)

۞ امام ضیاء المقدسی: وَثَّقَهُ عَلِیّ بن الْمَدِیْنِي وَیحیی بن معین۔
(الأحادیث المختارة 6/97)

ضیاء المختارہ میں 13 روایات اس سند سے ہیں۔

۞ محدث ابن شاہین۔ ثقات میں۔ (البدر المنیر 3/623)

۞ علامہ حازمی۔ ثِقَة. (البدر المنیر 3/623)

مذکورہ بالا پیش کردہ حوالہ جات سے راوی ابو جعفر الرزای کے بارے میں نتیجہ اخذ کرنا قارئین کرام کے علمی استعداد پر ہے۔ مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی 20 رکعت والی روایت حسن اور قابل احتجاج ہے۔ اس پر کفایت اللہ سنابلی صاحب کے اعتراضات باطل و مردود ہیں۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی روایت

حَدَّثَنَا تَمِيمُ بْنُ الْمُنْتَصِرِ. أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ. حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ ابْنِ خُصَيْفَةَ. عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كَانُوا »يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً. وَلَكِنْ كَانُوا يَقْرَءُونَ بِالْمِائَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ حَتَّى كَانُوا يَتَوَكَّئُونَ عَلَى عِصِيِّهِمْ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ.

(الصیام للفریابی ص 131 رقم 176)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں 20 رکعت تراویح پڑھتے تھے لیکن قران کی دوسو آیات کی تلاوت فرماتے تھے یہاں تک کہ لوگ اپنی لاٹھیوں سے ٹیک لیتے، قیام کے لمبا ہونے کی وجہ سے۔

سند کی تحقیق

مذکورہ بالا روایت کی سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

ابو بکر الفریابی	الحافظ الثبت	سیر الاعلام النبلاء 11/ 64
تمیم بن المنتصر	ثقہ ضابط	تقریب التہذیب 805
یزید بن ہارون	ثقہ متقن	الکاشف 6365
ابن ابی ذہب	ثقہ فقیہ	تقریب التہذیب، رقم 6082
حضرت سائب بن یزید رضی اللہ	صحابی	سیر أعلام النبلاء 3/ 437

اس مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت

دوسری سند:

محدث ابن الجعد اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، أَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً، وَإِنْ كَانُوا لَيَقْرَءُونَ بِالْمِئِينَ مِنَ الْقُرْآنِ.

(مسند ابن الجعد ص 413 رقم 2825)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں 20 رکعت تراویح پڑھتے تھے اور قرآن کی دو سو آیات کی تلاوت فرماتے تھے۔

سند کی تحقیق

مذکورہ بالا روایت کی سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

علی بن الجعد	ثبت لكنه فيه بدعة	الرواۃ الثقات المتکلم 60
مذکورہ روایت میں کسی بدعتی مذہب کی تقویت نہیں اس لیے قابل حجت ہے۔		
ابن ابی ذہب	ثقه فقيه	تقریب التہذیب رقم 6082
یزید بن عبد اللہ بن خصیفہ	ثقه	الکاشف: رقم 6326
حضرت سائب بن یزید	صحابی	سیر أعلام النبلاء، 3/ 437

اس مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں۔ اس روایت کے راویوں کی ثقاہت کے معترف موصوف کفایت اللہ سنابلی صاحب بھی ہیں۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی تیسری روایت

محدث عبدالرزاق اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔

عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ، وَغَيْرِهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ "أَنَّ عُمَرَ جَمَعَ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَعَلَى تَمِيمٍ الدَّارِيِّ عَلَى إِحْدَى وَعِشْرِينَ رَكْعَةً يَقْرَءُونَ بِالْمِئِينَ وَيَنْصَرِفُونَ عِنْدَ فُرُوعِ الْفَجْرِ".

ترجمہ: محدث عبدالرزاق اپنے استاد داود بن قیس اور دیگر شیوخ سے بیان کرتے ہیں، ان شیوخ نے محمد بن یوسف اور انہوں نے سائب بن یزید سے روایت کیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رمضان میں لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ پر جمع کیا، اکیس تراویح پڑھنے کے لیے۔ وہ 200 آیات پڑھتے اور فجر کے وقت سے پہلے تک فارغ ہوتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق 4/261 رقم 773)

سند کی تحقیق

مذکورہ بالا روایت کی سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

عبدالرزاق بن ھمام	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب 4064
داود بن قیس الفراء	ثقہ	الکاشف 1459
محمد بن یوسف	ثقہ	تقریب التہذیب 6414
حضرت سائب بن یزید	صحابی	سیر اعلام النبلاء 3/ 437

مذکورہ روایت میں راوی داود بن قیس الفراء تابعی کی اہم بات یہ ہے کہ ان کا لقاء اور سماع محمد بن

یوسف اور حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے معلوم و معروف ہے۔

اس مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

داود بن قیس کی توثیق کے بارے میں محدثین کرام کی تحقیق

قارئین کرام مصنف عبدالرزاق کی سند میں راوی داود بن قیس کے توثیق یا تعریف کے بارے میں محدثین کرام کی تحقیق ملاحظہ کریں۔

امام احمد بن حنبل	الثقة	سوالات ابی داود 156
محدث قعنبی	مَا رَأَيْتُ بِالْمَدِينَةِ رَجُلَيْنِ كَانَا أَفْضَلَ مِنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ	الطبقات الکبری 1/ 404
النسائی	ثقة	تہذیب الکمال 8/ 439
أبو زرعة	ثقة	الجرح والتعدیل 1924
أبو حاتم	ثقة	الجرح والتعدیل 1924
علامہ ذہبی	ثقة من العباد	الکاشف 1459
ابن حبان	من أهل الفضل والاتقان وأهل الورع في السر والاعلان	مشاہیر علماء الأمصار 1071
ابن معین	صالح الحدیث ثقة	الجرح والتعدیل 1924
ابن حجر عسقلانی	ثقة فاضل	تقریب التہذیب 1808
ابن سکن	صالح الحدیث	إکمال تہذیب 1464
محدث ساجی	ثقه	إکمال تہذیب 1464
ابن خلفون	ثقه	إکمال تہذیب 1464
ابن نمیر	ثقه	إکمال تہذیب 1464

امام شافعی	فرفع بهما في الثقة والأمانة والاتقان	مناقب الشافعی 1/23

مذکورہ حوالہ جات میں امام شافعی، محدث بیہقی، محدث ابن حبان، ابن معین اور علامہ ذہبی، حافظ ابن حجر عسقلانی کی اعلیٰ مرتبہ کی توثیق ملاحظہ کریں اور پھر اس راوی کا 20 رکعت کی روایت پر تسلی سے سوچیے گا۔ اللہ تعالی ہمیں حق بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ثانی غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اس روایت کے بارے میں اپنی کتاب انوار التوضیح ص 222 تا 226 پر اس روایت کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے جو کچھ علمی شگوفے لکھتے ہیں. ملاحظہ کیجئے۔

اعتراض:

کفایت اللہ سنابلی اپنی کتاب انوار التوضیح ص 222 پر لکھتے ہیں۔

"یہ روایت ضعیف ہے اور ثقہ رواۃ کے خلاف ہے لہٰذا منکر ہے اس کی علتوں کی تفصیل ملاحظہ ہو:

پہلی علت: امام عبدالرزاق نے اپنے دو استاذ اسے بیان کیا ہے۔

1۔ داؤد بن قیس

2۔ وغیرہ، یعنی ایک اور نامعلوم شخص" انتہی

جواب:

گذارش ہے کہ جب دو استاد روایت بیان کریں اور ایک استاد کا ذکر ہو اور دوسرے کا ذکر نہ ہو تو اس سے مرویات پر کیا اثر پڑتا ہے؟ بالخصوص جب راوی میں اسانید اور متن کو الٹ پلٹ کرنے کی عادت نہ ہو۔ محدث عبدالرزاق کے بارے میں ایسا کوئی اعتراض ثابت نہیں، اس لیے نامعلوم استاد کی علت کا نکالنا ہی بچکانا اعتراض ہے۔

اعتراض:

کفایت اللہ سنابلی اپنی کتاب انوار التوضیح ص 224- 225 پر لکھتے ہیں۔

دوسری علت: اسحاق بن ابراہیم الدبری عن عبدالرزاق کے طریق میں ضعف:

مصنف عبدالرزاق کے مطبوعہ نسخہ میں مذکورہ روایات کو امام عبدالرزاق سے "اسحاق بن ابراہیم الدبری" نے نقل کیا ہے۔

اور اس طریق سے عبدالرزاق کی مرویات پر اہل فن نے کلام کیا ہے اسحاق دبری نے امام عبدالرزاق سے آخری دور میں سنا ہے اور آخر میں عبدالرزاق رحمہ اللہ مختلط ہو گئے تھے۔

لہذا جب امام عبدالرزاق اخیر میں مختلط ہو گئے تھے تو جن لوگوں نے ان سے اختلاط کے بعد روایت کی ہے وہ حجت نہیں ہے اور زیر تحقیق روایت کو ان سے اسحاق الدبری نے روایت کیا ہے جنہوں نے امام عبدالرزاق کے اختلاط کے بعد ان سے روایت کی ہے۔ [1]

---

[1] سنابلی صاحب کا تضاد ملاحظہ کریں۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی دوسری کتاب یزید بن معاویہ ص 247- 248 پر چند حوالہ جات نقل کیے ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ (المتوفی 241) نے کہا:

لا يعبأ بحديث من سمع منه وقد ذهب بصره كان يلقن أحاديث باطلة

[سوالات ابن هانی رقم 2285، موسوعة أقوال الامام أحمد فی الجرح والتعدیل 4/322]۔

امام أبو زرعة الدمشقی رحمہ اللہ (المتوفی 281) نے کہا:

أَخْبَرَنِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ أَتَيْنَا عَبْدَ الرَّزَّاقِ قَبْلَ الْمِائَتَيْنِ، وَهُوَ صَحِيحُ الْبَصَرِ وَمَنْ سَمِعَ مِنْهُ بعدما ذهب بصره فَهُوَ ضَعِيفُ السَّمَاعِ۔ [تاریخ أبی زرعة الدمشقی : ص 457]۔

امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفی 303) نے کہا: عبد الرَّزَّاق بن همام فِيهِ نظر لمن كتب عَنهُ بِأخرَة [الضعفاء والمتروكون للنسائی : ص 69]

امام ابن عدی رحمہ اللہ (المتوفی 365) نے کہا لا بأس به إلا أنه قد سبق منه أحاديث في فضائل أهل البيت ومثالب آخرين مناكير [الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی 6 / 545]

جواب :

گذارش ہے کہ غالی غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کا یہ اعتراض باطل اور مردود ہے۔اس لیے کہ اس پر تو کوئی بحث نہیں کہ عبدالرزاق بن ہمام کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہوگیا تھا۔اور نہ اس پر نکتہ پر تحقیق ہے کہ عبدالرزاق سے کس نے اختلاط سے قبل سنا اور کس راوی نے اختلاط کے بعد سنا؟ قابل تحقیق نکتہ یہ ہے کہ محدث عبدالرزاق کی کتاب مصنف عبدالرزاق میں بیان کردہ روایات کی اسنادی حیثیت کیا ہے؟ موصوف کفایت اللہ سنابلی صاحب نے جو اعتراض کیا، اسے اگر کسی طالبعلم کے سامنے بھی پیش کیا ہوتا وہ اس پر ضرور حیران ہوتے، کیونکہ تحقیق کے میدان میں یہ بات ثابت ہے کہ مصنف عبدالرزاق کی احادیث اختلاط کے بعد بھی قابل قبول ہیں۔کیونکہ اس امر میں دو نکات ہیں۔

اول: اختلاط کی حالت میں روایت بیان کرنا

دوم : اختلاط کی حالت میں کتاب سے روایت بیان کرنا

اس پر محدثین کرام متفق ہیں کہ اختلاط کی حالت میں جو روایت محدث عبدالرزاق نے اپنی کتاب سے بیان کیں وہ صحیح ہیں اور جو روایات اختلاط کے بعد کتاب سے الگ مرویات ہیں وہ ضعیف ہیں۔مذکورہ پیش کردہ روایت محدث عبدالرزاق کی کتاب مصنف عبدالرزاق سے پیش کی گئی ہے اس لیے اس پر کسی طرح کا اعتراض مردود ہے۔اس نکتہ کے بارے میں محدثین کرام نے بہت تفصیل کے ساتھ لکھا ہوا ہے مگر جناب کفایت اللہ سنابلی صاحب کے لیے چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں:

ما حدث عنه عبدالرزاق من کتابه فهو اصح.(تاریخ الکبیر 130/6)

امام یحیی بن معین فرماتے ہیں:

ما کتبت عنه من غیر کتابه سوی حدیث واحد.

(میزان الاعتدال 610/2)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

وقال حنبل بن إسحاق عن أحمد بن حنبل... من سمع من الکتب فهو أصح. (تهذیب الکمال 18/58، رقم 3415)

ترجمہ: جس نے عبدالرزاق کی کتابیں سنی ہیں اس کی روایات زیادہ صحیح ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب میں امام احمد بن حنبل کا ایک قول نقل کرتے ہیں:

وقال الأثرم عن أحمد من سمع منه بعد ما عمی فلیس بشئ وما کان فی کتبه فهو صحیح وما لیس فی کتبه فإنه کان یلقن فیتلقن.

(مقدمہ فتح الباری ص 418)

امام الاثرم عن امام احمد سے فرماتے ہیں: جس نے عبدالرزاق سے نابینا ہونے کے بعد سماعت کی اس کی روایت کسی کام کی نہیں اور جو روایات ان کی کتب میں ہیں وہ صحیح ہیں اور جو ان کی کتب میں نہیں ان کی حالت یہ ہے کہ ان میں تلقین کی گئی اور عبدالرزاق نے تلقین قبول کی۔

امام احمد کے حوالہ سے معلوم ہوا کہ عبدالرزاق سے اختلاط کے بعد روایت کرنے والے راویوں کی صرف وہ روایتیں ناقابل اعتبار ہیں جو انہوں نے کتاب کے علاوہ روایت کی ہیں اور جو کتاب سے روایت کی ہیں وہ بالکل صحیح و درست ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

وانما الکلام فی الاحادیث التی عنده فی غیر التصانیف فهی التی فیها المناکیر. (لسان المیزان 2/38)

عبدالرزاق کی آخری زمانے کی صرف ان روایات میں کلام ہے جو ان کی تصانیف کے علاوہ ہیں اور یہی وہ روایات ہیں جن میں منکر روایات ہیں۔

عرب محقق علامہ نورالدین عتر اس مسئلہ پر البانی اور ان جیسے محققین کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان ماحدث به تحدیثا بعد المأتین فهو ضعیف واما ما کان فی کتبه

مطلقاً او حدث به قبل المأتين فهو صحيح فاعلم ذلك وراعه حتى لا تقع فيما وقع فيه بعض العصريين التهور اذ ضعف حديثا مرويا بسند صحيح في المصنف بزعم اختلاط عبد الرزاق.

(حاشیہ علوم الحدیث لابن الصلاح ص ۳۹۶)

ترجمہ: عبدالرزاق نے ۲۰۰ھ کے بعد جو روایات (حافظہ سے) بیان کی وہ ضعیف ہیں، اور وہ روایات جو ان کی کتب میں ہیں وہ مطلقاً صحیح ہیں، اسی طرح جو روایات سنہ ۲۰۰ھ سے پہلے حافظہ سے بیان کی وہ بھی صحیح ہیں، اس قاعدے کو پہچان لو اور اس کا لحاظ رکھو تا کہ وہ غلطی نہ ہو جو بعض معاصرین سے لاپروائی اور بے اعتدالی کی وجہ سے واقع ہوئی کہ انہوں نے عبدالرزاق کے اختلاط سے دھوکہ کھا کر مصنف میں صحیح سند سے مروی شدہ روایت کو بھی ضعیف قرار دیدیا۔

چونکہ مذکورہ روایت بھی کتاب سے ہے اس لئے اس پر اختلاط وغیرہ کی جرح کرنا فضول ہے۔

مزید قارئین کرام یہ نوٹ بھی کریں کہ مذکورہ علت موصوف کفایت اللہ سنابلی صاحب عبدالرزاق کے اختلاط اور ان کے حالت اختلاط میں اسحاق بن ابراھیم الدبری کی بات کر رہے ہیں کہ الدبری نے عبدالرزاق سے حالت اختلاط میں سنا اور حالت اختلاط میں سننے کی وجہ سے روایت میں علت ضعف ہے۔ مگر خود موصوف خود تیسری علت کے تحت ہی دوسری علت کا خود ہی رد کر رہے ہیں۔

اعتراض:

کفایت اللہ سنابلی اپنی کتاب انوار التوضیح ص 225 پر لکھتے ہیں۔

تیسری علت: عبدالرزاق سے نقل کرنے والے "اسحاق بن ابراہیم الدبری" یہ خود بھی متکلم فیہ ہیں: یاد رہے کہ مصنف عبدالرزاق کی عام روایت الدبری کے طریق سے آنے کے باوجود بھی مقبول ہیں، کیونکہ دبری کی روایت کتاب سے ہے، لیکن جن روایت میں نکارت اور مخالفت ہو وہ

دبری کی وجہ سے محل نظر ہوں گی۔
جناب کفایت اللہ سنابلی صاحب نے اپنی دوسری کتاب یزید بن معاویہ ص249- 250 پر بھی ایسے چند حوالہ جات نقل کیے ہیں۔

جواب:

موصوف کفایت اللہ سنابلی صاحب کی اس تیسری علت نے خود ہی اپنے بیان کردہ تیسری علت کارد کردیا ہے۔موصوف دوسری علت میں الدبری عن عبدالرزاق کی روایت کو عبدالرزاق کے اختلاط کے بعد سننے کی وجہ سے ضعیف قرار دے رہے ہیں جبکہ اس تیسری علت میں اسحاق بن ابراھیم کو متکلم فیہ قرار دے کرالدبری کی عبدالرزاق کی کتاب والی عام روایت کو مقبول قرار دے رہے ہیں۔اب قارئین کرام خود فیصلہ کریں کہ جناب کے بیان کردہ دوسری علت صحیح ہے یا تیسری علت؟

موصوف سنابلی صاحب کو تعصب احناف میں یہ سمجھ نہیں آرہا کہ تحقیق کے میدان میں محدثین کرام نے علت قادحہ کس کو قرار دیا ہے؟ کیونکہ موصوف سنابلی صاحب نے خود الدبری کی عبدالرزاق سے کتاب کی روایت کو مقبول قرار دے کر اپنی تیسری علت کا بخیا ادھیڑ کر رکھ دیا ہے۔جب موصوف کے نزدیک مصنف عبدالرزاق کی روایت مقبول ہے تو ہماری پیش کردہ روایات بھی مصنف عبدالرزاق کی کتاب سے ہے نہ کہ کسی دوسری کتاب کی مرویات سے۔

مزید جو موصوف نے لکھا ہے کہ "لیکن جن روایت میں نکارت اور مخالفت ہو وہ دبری کی وجہ سے محل نظر ہوں گی" خود محل نظر ہے۔کیونکہ موصوف کا یہ خود ساختہ قول مردود و باطل ہے کیونکہ یہ ان کی اپنی ذہنی اختراع ہے کوئی اصول و قاعدہ نہیں۔جب مصنف عبدالرزاق کی روایات کا تعلق الدبری کی مرویات سے ہے ہی نہیں تو پھر نکارت اور مخالفت کا سارا الزام الدبری پر ڈالنا نہ صرف باطل بلکہ مردود بھی ہے۔

اس تحقیق سے یہ بات واضح ہوئی کہ مصنف عبدالرزاق میں مرویات پر محدث عبدالرزاق کے اختلاط اور کتاب مصنف عبدالرزاق کا الدبری سے مروی ہونا کا اعتراض غلط و باطل ہے کیونکہ

مصنف عبدالرزاق اس وقت کی تصنیف ہے جب محدث عبدالرزاق کا حافظہ صحیح اور سلامت تھا۔ اس لیے موصوف کی دوسری علت اور تیسری علت تحقیق کی میدان میں درست نہیں۔ جب کفایت اللہ سنابلی صاحب کو خود یہ اقرار ہے کہ "مصنف عبدالرزاق پوری کتاب معتبر ہے دبری اگر چہ ضعیف ہے لیکن چونکہ یہ کتاب سے بیان کر رہا ہے اس لئے اس کی مرویات معتبر ہیں"۔

جبکہ کسی راوی کو مخالفت یا نکارت بیان کرنا تو الگ معاملہ ہے، جس کا مصنف عبدالرزاق سے تعلق جوڑنا بھی عیاری و مکاری ہے۔

اعتراض:

کفایت اللہ سنابلی اپنی کتاب انوارالتوضیح ص 225 پر لکھتے ہیں۔

چوتھی علت: محمد بن یوسف کے چھ شاگردوں نے ان سے گیارہ رکعات کی تعداد نقل کی ہے (کما یاتی) ان شاگردوں میں امام مالک، امام یحیٰی بن سعید جیسے جلیل القدر محدثین بھی ہیں لہٰذا جمہور اور اوثق کے خلاف دوسری تعداد بتلانے والی یہ روایت منکر ہے۔

جواب:

گذارش ہے کہ مذکورہ روایت پر منکر کا اطلاق کرنا باطل و مردود ہے۔ مزید یہ کہ موصوف نے اس مقام پر 21 رکعت کی تعداد بتانے کی وجہ سے روایت کو منکر کہا حالانکہ منکر روایت کی تعریف اور اس کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ داود بن قیس الفراء کی روایت کے ثبوت کے خود اسماعیل ابن امیہ الفوائد لابی بکر النیشاپوری کی روایت میں اقرار کیا ہے۔ [1]

محمد بن یوسف کے شاگرد اسماعیل بن امیہ کو ان روایات کا معلوم تھا کہ محمد بن یوسف، رکعات تراویح کی تعداد 11 رکعت تو بیان کر رہے ہیں مگر کسی دوسرے راوی کو 21 بیان کر چکے ہیں، اس لئے محمد بن یوسف نے اسماعیل بن امیہ کے سامنے "احدی وعشرین" بیان کیا انہوں نے پوچھا کہ "احدعشر یا احدی وعشرین؟" 11 رکعت یا 21 رکعت؟

---

[1] کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوارالتوضیح ص ۱۸۵ پر اس بات کا اقرار خود کر چکے ہیں۔

اگر محمد بن یوسف نے پہلے "احدی وعشرین "روایت بیان نہ کی ہوتی تو اسماعیل بن امیہ ہرگز 11 رکعت یا 21 رکعت کا تعین کرنے کا نہ پوچھتے۔ [1]

محمد بن یوسف نے اپنے دوسرے شاگرد داود بن قیس کے سامنے۔احدی وعشرین "ہی روایت کیا ہے اس نکتہ پر مصنف عبدالرزاق میں ان کی روایت موجود ہے،بلکہ محدث عبدالرزاق کی روایت سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے احدی وعشرین کی تعداد داود بن قیس کے علاوہ محمد بن یوسف کے دیگر شاگردوں سے سنی ہے۔

محدث عبدالرزاق روایت کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں" عن داؤدبن قیس وغیرہ "وغیرہ کے اندر محمد بن یوسف کے مزید کون سے دیگر شاگرد ہیں یہ تو روایات میں بیان نہیں مگر ابن حجر عسقلانی اور قاضی شوکانی کی تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاگرد امام مالک تھے۔اور احتمال ہے کہ خود اسماعیل بن امیہ بھی اس میں شامل ہوں کیونکہ ان کے بیان سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید ان کے سامنے بھی محمد بن یوسف نے احدی وعشرین روایت کیا ہے۔اس لیے یہ بات تو ثابت ہوئی کہ محمد بن اسماعیل سے ان کی کچھ شاگرد 21 رکعت بھی بیان کرتے تھے۔

موصوف اگر ثقات کی مخالفت اور زیادت کا فرق اپنے ہی علماء کی تحریر پڑھ لیں تو شاید منکر کا اطلاق کرنے پر نظرثانی کرلیں۔

---

[1] اس بات کا اقرار خود کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوارالتوضیح ص 186 پر کچھ یوں کرتے ہیں۔
یقیناً یہ بات اسماعیل بن امیہ تک بھی پہنچی ہوگی اور انہوں نے یہ سن رکھا ہوگا کہ بعض کے بقول محمد بن یوسف نے اکیس کی تعداد بیان کی ہے۔۔۔۔۔ظاہر ہے کہ ان کے شاگرد کو حیرانگی ہوئی ہوگی،کیوں کہ انہوں نے اپنے استاذ کے حوالے سے اکیس کی تعداد سنی تھی،لہٰذا انہوں نے فوراً سوال اٹھادیا کہ یا اکیس رکعت؟اس پر ان کے استاد نے بتلایا کہ گیارہ ہی رکعت ہے اور اکیس والی تعداد تو دوسرے صاحب یزید بن خصیفہ بیان کرتے ہیں۔

نکتہ:

اس مقام پر قابل تحقیق بات یہ ہے کہ جب حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے یزید بن خصیفہ کو 21 رکعت ہی بیان کیا اور اس بات کا اقرار خود محمد بن یوسف بھی کر رہے ہیں اور اسماعیل بن امیہ نے براہ راست یزید بن خصیفہ سے بھی پوچھا تو انہوں نے 21 رکعت کا ہی بیان کیا اور حضرت یزید بن خصیفہ کے دیگر شاگرد بھی 21 رکعات ہی بیان کر رہے ہیں تو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے محمد بن یوسف کو 11 رکعت کی روایت کیسے بیان کر دی؟

یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شاگرد محمد بن یوسف کو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ 11 رکعت بیان کریں اور دوسرے شاگرد یزید بن خصیفہ کو 21 رکعت بیان کریں؟

یہ بات اہم ہے کہ حضرت یزید بن خصیفہ کی 21 روایت کو کسی نے بھی خطاء یا غلطی نہیں کہا نہ تو محمد بن یوسف نے اور نہ ہی اسماعیل بن امیہ نے۔ اس پر خود محمد بن یوسف نے بالجزم اور یقین کے ساتھ کہا کہ یزید بن خصیفہ نے 21 رکعت ہی سنا ہے۔ 2 شاگردوں نے خود یزید بن خصیفہ سے 21 رکعت ہی بیان کی ہے۔ اب جناب کفایت اللہ سنابلی صاحب اس نکتہ پر جواب دیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک شاگرد محمد بن یوسف کو 11 رکعت کی روایت بیان کریں اور دوسرے شاگرد یزید بن خصیفہ کو 21 رکعت تراویح کی روایت بیان کریں؟

اہم نوٹ:

اس بات پر تو خود راوی محمد بن یوسف بھی متفق ہیں کہ حضرت سائب بن یزید سے یزید بن خصیفہ 21 رکعت بیان کرتے ہیں تو پھر محمد بن یوسف کے شاگردوں میں اتفاق یا اختلاف پر تحقیق کرنا ہے عبث ہے۔ موصوف ان ابحاث کو طول دے کر دراصل عوام الناس کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں جس کا مقصد یہ ہے کہ قارئین کرام اصل نکتہ سے ہٹ کر لایعنی اعتراضات کی تحقیق پر لگ جائیں اور ان کا دھیان اس طرف جائے، مگر موصوف کی یہ مذبوحی حرکت علماء کے سامنے واضح ہے۔ اس

لیے موصوف کو چاہیے کہ ایسے اوچھے ہتھکنڈے نہ استعمال کریں اور کوئی علمی منہج پر تحقیق پیش کریں۔

اعتراض:

کفایت اللہ سنابلی اپنی کتاب انوار التوضیح ص 226-225 پر لکھتے ہیں۔

"روایت مذکورہ کے ضعیف ومردود ہونے کی ایک اور زبردست دلیل:

اس روایت کے ضعیف ومردود ہونے کی ایک زبردست دلیل یہ بھی ہے کہ اس روایت میں محمد بن یوسف کے حوالہ سے اکیس کی تعداد نقل کی گئے ہے جبکہ ابوبکر النیسابوری کی روایت میں محمد بن یوسف کے شاگرد اسماعیل بن امیہ نے جب ان سے یہ روایت سنی تو ان کے استاذ محمد بن یوسف نے گیارہ کی تعداد بتلائی، اس پر ان کے شاگرد اسماعیل بن امیہ نے اپنے استاذ کو روک کر پوچھا کہ گیارہ یا اکیس ؟؟؟ اس استفسار پر بھی محمد بن یوسف نے گیارہ ہی کی تعداد روایت کی اور اکیس کی تعداد سے متعلق کہا کہ یہ تو یزید بن خصیفہ بیان کرتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ محمد بن یوسف کے حوالہ سے اکیس کی تعداد نقل کرنا سراسر غلط ہے ،کیونکہ انہوں نے اس سے برات ظاہر کردی ہے، والحمد للہ۔"

جواب:

(یادرہے کہ یہ سارے جوابات،کفایت اللہ سنابلی صاحب کا الفوائد الالی بکر النیساپوری کی روایت کا ترجمہ ملحوظ خاطر رکھ کر دیے گئے ہیں۔تاکہ موصوف کو کوئی شکایت نہ رہے۔)

گذارش ہے کہ موصوف سنابلی نے جو یہ کہا کہ انہوں (محمد بن یوسف) نے 21 رکعت سے برات ظاہر کی، بلکل غلط اور مردود ہے۔کیونکہ محمد بن یوسف نے 21 رکعت کا بیان تو یزید بن خصیفہ سے اقرار کیا اور اپنی روایت کے بارے میں یہ پوچھا کہ کیا میں نے 21 رکعت کہا؟

اسماعیل بن امیہ نے محمد بن یوسف کے سامنے ہی ان کی روایت پر استفسار کیا جس پر خود محمد

بن یوسف نے یزید بن خصیفہ کا کہا کہ "لقد سمع ذلك عن السائب بن يزيد ابن خصيفة"
یعنی 21 رکعت والی بات یزید بن خصیفہ نے سائب بن یزید سے یقیناً سنی ہے۔
جبکہ محمد بن یوسف کے شاگرد روایت میں تعداد مختلف بیان کرتے ہیں۔ ان کے شاگردوں میں
محمد بن اسحاق "ثلاث عشرۃ" اور داؤد بن قیس وغیرہ "احدی وعشرین" روایت کرتے ہیں۔
مزید یہ بھی نوٹ کریں کہ اسماعیل بن امیہ کے پوچھنے سے یہ بات تو واضح ہوتی ہے کہ وہ خود
بھی محمد بن یوسف کے بیان پر مطمئن نہیں تھے۔ "احد عشر" بیان کرنے والے محمد بن یوسف خود بھی
اس روایت میں یزید بن خصیفہ کے شاگرد ہیں۔ وہ بھی یزید بن خصیفہ عن السائب بن یزید کے
طریق سے۔ احدی وعشرین" ہی روایت کرتے ہیں۔ محمد بن یوسف نہ صرف اس رویات میں
، یزید بن خصیفہ کے شاگرد بنتے ہیں بلکہ پورے جزم ویقین کے ساتھ قسم کھا کر یزید بن خصیفہ کے
حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سائب بن یزیدؓ سے "احدی وعشرین"
یعنی 21 رکعت ہی سنا ہے۔
اس تحقیق سے یہ بات واضح ہوئی کہ جناب کفایت اللہ سنابلی صاحب کے اپنے کیے ہوئے
ترجمہ سے ان کا اخذ کردہ مطلب بھی ثابت نہیں ہوتا۔

اہم نوٹ:

الفوائد لابی بکر النیشا پوری کی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ محمد بن یوسف بھی قطعیت کے
ساتھ متفق ہیں کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے یزید بن خصیفہ 21 رکعت بیان کرتے ہیں تو
پھر محمد بن یوسف کے حوالہ سے 11 رکعت پر اتفاق یا اختلاف کی تحقیق کرنا ہے غلط ہے۔ جبکہ صحابی
رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے 21 رکعت کا اقرار خود محمد بن یوسف نے کرلیا تو پھر اس پر بحث کیسی؟ اللہ
مخالفین کو عقل اور سمجھ عطا کرے۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی چوتھی روایت
8 رکعت سے رجوع کی تحقیق

امام أبو بکر النیسابوری رحمہ اللہ نے کہا:

حدثنا یوسف بن سعید، ثنا حجاج عن ابن جریج، حدثني إسماعیل بن أمیة، أن محمد بن یوسف ابن أخت السائب بن یزید أخبرہ أن السائب بن یزید أخبرہ قال: جمع عمر بن الخطاب الناس علی أبي بن کعب وتمیم الداري، فکانا یقومان بمائة في رکعة، فما ننصرف حتی نری أو نشك في فروع الفجر. قال: فکنا نقوم بأحد عشر.
قلت: أو واحد وعشرین؟! قال: لقد سمع ذلك من السائب بن یزید ابنُ خصیفة. فسألتُ یزید بن خصیفة، فقال: حسبتُ أن السائب قال: أحد وعشرین. قال محمد: أو قلت لإحدی وعشرین.

(فوائد أبي بکر النیسابوری، مخطوط ق 135 / ب)

ترجمہ: ترجمہ۔ اسماعیل بن امیہ کہتے ہیں کہ حضرت سائب بن یزید ؓ کے بھانجے محمد بن یوسف نے انہیں بتایا کہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی بن کعب ؓ اور تمیم داری ؓ کی امامت میں جمع فرمادیا تو یہ دونوں ایک رکعت میں سو آیتیں پڑھتے تھے اور اس وقت نماز سے فارغ ہوتے جب طلوع فجر کا شک ہونے لگتا، راوی (سائب بن یزید ؓ) کہتے ہیں کہ ہم گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے، میں (اسماعیل بن امیہ) نے (محمد بن یوسف سے) کہا: کہیں (گیارہ کے بجائے) اکیس رکعت تو نہیں ہے؟ تو محمد بن یوسف نے فرمایا: بیشک

یہ بات (اکیس رکعت) حضرت سائبؓ سے یزید بن خصیفہ نے یقیناً سنی ہے،
راوی (اسماعیل) کہتے ہیں کہ پھر میں نے یزید بن خصیفہ سے پوچھا (کیا آپ نے حضرت سائبؓ سے اکیس رکعات کا ذکر سنا؟) اس کے جواب میں یزید بن خصیفہ نے فرمایا: (یہ سوال کرکے تم نے بہت اچھا کیا) بلاشبہ حضرت سائبؓ نے اکیس رکعات ہی بیان کی ہیں (نہ کہ گیارہ)۔

(مذکور عبارت الفوائد الابی بکر النیسا پوری کی روایت کا ترجمہ، کفایت اللہ سنابلی صاحب کا ہی نقل کیا گیا ہے تاکہ ان کو ترجمہ پر شور مچانے کی ضرورت نہ رہے۔)

اعتراض:

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار التوضیح ص 182 تا 184 پر لکھتے ہیں۔
یہ روایت شاذ ہے اس کی کئی وجوہات ہیں:

شذوذ کی پہلی وجہ:

سند میں موجود یزید بن خصیفہ، رکعات کی تعداد صحیح طور سے ضبط نہیں کر سکے، اس بات کا اعتراف خود انہوں نے کرلیا ہے اور پوری صراحت کے ساتھ بتلا دیا کہ انہیں تعداد بالضبط یاد نہیں ہے بلکہ انہیں ایسا لگتا تھا کہ محمد بن سائب نے اکیس کی تعداد بتائی ہوگی، چنانچہ:

امام أبو بکر النیسابوری رحمہ اللہ (المتوفی 324) نے کہا:

حدثنا یوسف بن سعید، ثنا حجاج عن ابن جریج، حدثنی إسماعیل بن أمیة، أن محمد بن یوسف ابن أخت السائب بن یزید أخبرہ، أن السائب بن یزید أخبرہ قال: جمع عمر بن الخطاب الناس علی أبی بن کعب وتمیم الداری، فکانا یقومان بمائة فی رکعة، فما ننصرف حتی نری أو نشك فی فروع الفجر. قال: فکنا نقوم بأحد عشر.
قلت: أو واحد وعشرین؟! قال: لقد سمع ذلك من السائب

بن يزيد ابن خصيفة. فسألتُ يزيد بن خصيفة. فقال: حسبتُ أن السائب قال: أحد وعشرين. قال محمد: أو قلت لإحدى وعشرين. قال أبو بكر: هذا حديث حسن لو كان عند علي بن مديني لفرح به إلا إنه قال: ابن أخت السائب..

(فوائد أبي بكر النيسابوري. مخطوط (ق135/ب)).

ترجمہ: سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کے ساتھ تراویح پڑھنے کے لئے جمع کر دیا، تو یہ دونوں ایک رکعت میں سو آیات پڑھاتے تھے پھر جب ہم نماز سے فارغ ہوتے تھے تو ہم کو لگتا کہ فجر ہو چکی ہے، سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔

اس روایت کے راوی اسماعیل بن امیہ نے جب محمد بن یوسف سے سنا تو پوچھا: گیارہ رکعات یا اکیس رکعات؟؟

محمد بن یوسف نے کہا: اس طرح کی بات یزید بن خصیفہ نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔

اسماعیل بن امیہ کہتے ہیں کہ: پھر میں یزید بن خصیفہ سے اس بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا: مجھے لگتا ہے کہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے اکیس کہا تھا۔ محمد بن یوسف نے کہا: کیا میں نے اکیس رکعت کہا؟

اس روایت میں غور کیجئے کہ محمد بن یوسف سے ان کے شاگرد اسماعیل بن امیہ نے جب گیارہ کی تعداد سنی تو مزید یاد دلا کر پوچھا کہ کیا گیارہ رکعات یا اکیس رکعات؟

یہ استفسار کرنے پر بھی محمد بن یوسف نے گیارہ ہی کی تعداد بیان کی اور کہا اکیس والی بات تو ابن خصیفہ بیان کرتے ہیں، گویا کہ محمد بن یوسف کو پوری طرح اپنے حفظ و ضبط پر مکمل اعتماد تھا اسی لئے انہوں اپنے شاگرد کے دوبارہ پوچھنے پر بھی گیارہ ہی کی تعداد بتلائی۔

نیز محمد بن یوسف کو یہ بھی معلوم تھا کہ یزید بن خصیفہ اکیس کی تعداد بتلاتے ہیں، لیکن اس کے

باوجود بھی انہوں نے گیارہ ہی کی تعداد آگے روایت کی اس سے معلوم ہوا کہ محمد بن یوسف نے پورے وثوق سے گیارہ کی تعداد بیان کی ہے۔

اس کے برعکس یزید بن خصیفہ کا حال یہ ہے کہ ان سے جب تعداد کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے تردد کا اظہار کیا اور یوں کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ سائب بن یزید نے اکیس کی تعداد بتلائی تھی، نیز انہیں یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ان کے دوسرے ساتھی کیا تعداد بیان کرتے ہیں لہٰذا ان کی بیان کردہ تعداد مشکوک ہے اور محمد بن یوسف کی بیان کردہ تعداد کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

جواب:

موصوف کفایت اللہ سنابلی نے جو حدیث کے ترجمہ میں گڑھ بڑھ کی اس کی تحقیق تو الگ جگہ رہی۔ موصوف نے جس طرح حدیث کے مفہوم کو اپنے مسلک کی خاطر غلط بیان کیا انہوں نے اس طرح کی بددیانتی میں اپنا ثانی نہ چھوڑا۔

قارئین کرام کو اس علمی ابحاث سے ہٹ کر ان کے ذہنوں کے مطابق سمجھانا بھی مقصد ہے۔ کفایت اللہ سنابلی صاحب کے ہی پیش کردہ مفہوم و ترجمہ کو لیا جائے تو اس کے اہم نکات عوام الناس کے سامنے پیش خدمت ہیں۔

۞ اس روایت کے راوی اسماعیل بن امیہ نے جب محمد بن یوسف سے سنا تو پوچھا: گیارہ رکعات یا اکیس رکعات؟؟

محمد بن یوسف نے کہا: اس طرح کی بات (21 رکعت تراویح) یزید بن خصیفہ نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔

۞ اسماعیل بن امیہ کہتے ہیں کہ: پھر میں یزید بن خصیفہ سے اس بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا: **مجھے لگتا ہے کہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے اکیس کہا تھا۔**

محمد بن یوسف نے کہا: کیا میں نے اکیس رکعت کہا؟

● اب ان نکات کو سمجھنے کے لیے اس کا آسان مفہوم ملاحظہ کریں تا کہ بحث سمجھنے میں ایک عام قاری کو بھی آسانی ہو۔قارئین کرام ایک بات ذہن میں رکھیں کہ محدث اسماعیل بن امیہ دونوں راوی محمد بن یوسف اور یزید بن خصیفہ کے شاگرد ہیں۔اسماعیل بن امیہ ان دونوں کی روایات کو نقل بھی کر رہے ہیں اور اختلاف بھی بیان کر رہے ہیں۔

① محمد بن یوسف نے رکعت تراویح کے بارے میں اپنے شاگرد سے بیان کیا کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ 11 رکعت پڑھاتے۔

② شاگرد اسماعیل بن امیہ نے پوچھا کہ 11 رکعت یا 21 رکعت؟

③ جواب میں محمد بن یوسف نے زور دے کر کہا 21 رکعت تو یزید بن خصیفہ عن سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔(محمد بن یوسف نے بھی 21 رکعت کو بالجزم یقین کے ساتھ یزید بن خصیفہ کی طرف بیان کیا)

④ اسماعیل بن امیہ نے براہ راست یزید بن خصیفہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہاں 21 رکعت۔

⑤ محمد بن یوسف نے استفسار کیا کہ کیا میں نے 21 رکعت کہا؟

مذکورہ بالا تمام نکات موصوف کفایت اللہ سنابلی صاحب کے کیے ہوئے ترجمہ سے ہی اخذ کردہ ہیں،اس لیے موصوف یہ اعتراض تو بالکل نہیں کر سکتے کہ احناف نے اپنے مسلک کے دفاع میں ترجمہ یا مفہوم غلط بیان کیا ہے۔اب موصوف کے ترجمہ شدہ روایت سے دو نکات نمبر 3 اور نمبر 4 تو سامنے واضح ہوئے ان کو قارئین کرام بغور مطالعہ کریں۔

۞ نکتہ نمبر 3 سے تو یہ بات ثابت ہوئی کہ یزید بن خصیفہ عن سائب بن یزید رضی اللہ عنہ 21 رکعت ہی روایت بیان کرتے تھے اور اس کا اقرار خود محمد بن یوسف نے کیا ہے۔اس طرح محمد بن یوسف 21 رکعات تراویح بیان کرنے میں یزید بن خصیفہ سے راوی بنتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ یزید بن خصیفہ کو غلطی لگنے کا موصوف سنابلی صاحب کا الزام تو غلط ثابت ہوا۔اور اس روایت کے بارے میں شاذ کا اعتراض باطل اور مردود ثابت ہوا۔

نکتہ نمبر 4 میں یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ خود یزید بن خصیفہ رضی اللہ عنہ سے براہ راست اسماعیل بن امیہ نے 21 رکعت کا بیان سنا۔ جس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ خود یزید بن خصیفہ نے 21 رکعت کو برقرار رکھا۔ اس لیے کسی راوی یا یزید بن خصیفہ کو غلطی یا وہم ہونے کا الزام اور روایت کے شاذ ہونے کا الزام بھی غلط ثابت ہوا۔

اس نکتہ سے اسماعیل بن امیہ بھی یزید بن خصیفہ سے 21 رکعت تراویح بیان کرنے والے راوی ثابت ہوئے۔

مذکورہ بالا دونوں نکات سے یہ بات تو واضح ہوئی کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے 21 رکعت تراویح بیان کرنے میں یزید بن خصیفہ کی روایت ثابت ہے اور یزید بن خصیفہ کے تمام شاگردوں نے اس روایت کو 21 رکعت ہی بیان کیا ہے۔

نکتہ نمبر 2 سے ایک اہم نکتہ یہ بھی معلوم ہوا کہ محمد بن یوسف نے جب 11 رکعت تراویح کا بیان کیا تو ان کے شاگرد اسماعیل بن امیہ نے یہ پوچھا کہ 11 رکعت یا 21 رکعت تراویح؟ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسماعیل بن امیہ کو بھی یہ بات معلوم تھی کہ محمد بن یوسف نے 21 رکعت بھی روایت بیان کی ہوئی ہے یا بقول سنابلی صاحب محمد بن یوسف کے بارے میں 21 رکعت والی بات داود بن قیس وغیرہ کی روایت کی شہرت اسماعیل بن امیہ تک بھی پہنچی (مصنف عبدالرزاق والی روایت)۔ بلکہ خود موصوف کفایت اللہ سنابلی نے اپنی کتاب انوار التوضیح ص 185 پر اس بات کا اقرار کیا ہے۔

تو اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ داود بن قیس الفراء کی روایت پر جو موصوف کا اعتراض تھا کہ 21 رکعت کا بیان کسی مجہول شخص کی طرف سے ہے، وہ بھی غلط اور مردود ثابت ہوا۔ کیونکہ محمد بن یوسف کے شاگرد اسماعیل بن امیہ نے 21 رکعت کا پوچھا۔ اگر 21 رکعت والی بات سنی نہ ہوتی تو یہ استفساری کیوں کرتے؟ معلوم ہوا کہ مصنف عبدالرزاق والی روایت میں داود بن قیس الفراء کی متابعت اسماعیل بن امیہ نے بھی کر رکھی ہے۔

وضاحت:

قارئین کرام کے لیے موصوف سنابلی صاحب کے اعتراضات کا مختصر جائزہ بھی پیش خدمت ہے۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب کی پیش کردہ علت میں دو نکات واضح ہوتے ہیں۔

[1] محمد بن یوسف نے پورے وثوق سے گیارہ کی تعداد بیان کی ہے۔

[2] یزید بن خصیفہ کا حال یہ ہے کہ ان سے جب تعداد کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے تردد کا اظہار کیا اور یوں کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ سائب بن یزید نے، اکیس کی تعداد بتلائی تھی۔

ان نکات کی وجہ سے کفایت اللہ سنابلی صاحب نے کیا نتیجہ نکالا؟

نتیجہ: انہیں یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ان کے دوسرے ساتھی کیا تعداد بیان کرتے ہیں لہٰذا ان کی بیان کردہ تعداد مشکوک ہے اور محمد بن یوسف کی بیان کردہ تعداد کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

ان تمام اعتراضات کے عام فہم جواب ملاحظہ کیجئے۔

اول: محمد بن یوسف نے پورے وثوق سے 11 رکعات کا بیان کیا یہ سنابلی صاحب کی غلط بیانی ہے اور اگر بالفرض سنابلی صاحب کی یہ بات مان بھی لیں تو وہ یہ بتائیں کہ محمد بن یوسف کے شاگردوں میں متعدد رکعات والی روایات موجود ہیں؟ کیا یزید بن خصیفہ کی شاگرد سے بھی متعدد رکعت تراویح بھی منقول ہیں؟ اور کیا محمد بن یوسف کی 11 رکعت پر کوئی دوسرا متابع موجود ہے یا نہیں؟ اور بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ محمد بن یوسف نے پورے وثوق سے 11 رکعت بیان بھی کی تو ان کے اس وثوق کے باجود اس روایت میں تسامح ممکن ہے کہ نہیں؟ اس لیے ایسے اعتراضات پیش کر کے 21 رکعت کو مردود کہنا علمی خیانت اور بہت بڑی جسارت ہے۔

دوم: تحقیق کے مطابق یزید بن خصیفہ کے تمام شاگرد 20 رکعت پر متفق ہیں۔

یزید بن خصیفہ پر تردد کا الزام اس لیے عائد کیا جائے کہ انہوں نے یہ کہا کہ میرا گمان ہے کہ 21 رکعت تو یہ جناب سنابلی صاحب کا دھوکا ہے۔ کیونکہ یزید بن خصیفہ کا حسبت یعنی میرا گمان ہے کا

مطلب تشکیک یا شک یا تردد نہیں بلکہ احتیاط روایت کی بنا پر یہ الفاظ منقول ہیں۔اور اس کے چند دلائل بھی ہیں۔

- یزید بن خصیفہ نے خود 21 رکعت روایت میں بھی بیان کیا ہے۔
- یزید بن خصیفہ کے تمام شاگرد ابن ابی ذہب، محمد بن جعفر، اسماعیل بن امیہ اور دیگر نے یزید بن خصیفہ سے 20 رکعت ہی بیان کیا ہے۔اور کسی روایت میں تردد یا شک یا تشکیک نہیں پائی گئی۔
- یزید بن خصیفہ کے 21 رکعت بیان کرنے کی اقرار اور گواہی خود محمد بن یوسف نے دی، اس طرح وہ اس کے متابع بھی بن گئے۔
- یزید بن خصیفہ سے جب اسماعیل بن امیہ نے رکعات کے بارے میں پوچھا تو پھر بھی جواب 21 رکعات ہی دیا۔

اس لیے یزید بن خصیفہ پر یہ الزام لگانا کہ ان کو اپنی بیان کردہ روایت میں تردد تھا بلکل غلط اور مردود ہے۔اور اس وجہ سے 21 رکعت کو مردود کہنا غلط اور باطل ہے۔جب محمد بن یوسف نے یہ اقرار کر لیا کہ یزید بن خصیفہ 21 رکعت حضرت سائب سے بیان کرتے تھے تو پھر کس طرح کا اعتراض باقی رہ گیا؟ جب مخالف بھی اس کا اقرار کر کے 21 رکعت کی متابعت کر رہا ہے تو پھر تردد کا الزام کیسا؟ اور یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ جب محمد بن یوسف نے 21 رکعت کی روایات کا بالجزم اقرار بھی کیا تو اس کے بعد یزید بن خصیفہ پر کسی طرح کا الزام اور اعتراض خود بخود رفع ہوجاتا ہے۔ایسے اعتراضات پیش کر کے اپنے ریسرچ سینٹر والوں یا حوارین کو تو خوش کر سکتے ہیں مگر علمی وتحقیقی میدان میں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

: اب کفایت اللہ سنابلی صاحب بہت ادھر ادھر کی باتیں پیش کریں مگر ان کی پیش کردہ دلائل سے تو ہمارا موقف مزید مضبوط ثابت ہوتا ہے اور ان کی پیش کردہ دلیل خود بخود غلط ثابت ہوتی ہے۔اللہ کریم ہمیں سمجھ اور ہدایت عطا فرمائے۔آمین

اعتراض:

کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار التوضیح ص 184 پر اپنا خود ساختہ فلسفہ جھاڑتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اسماعیل بن امیہ نے اپنے استاذ محمد بن یوسف سے سوال کیوں کیا؟؟

یہاں پر ایک بات غور طلب یہ ہے کہ اسماعیل بن امیہ کے استاذ محمد بن یوسف نے جب ان کے سامنے گیارہ کی تعداد بیان کی تو انہوں نے اپنے استاذ سے دوبارہ کیوں پوچھا کہ گیارہ رکعات یا اکیس رکعات۔

تو عرض ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے ان کے انہیں استاذ یعنی محمد بن یوسف ہی کے حوالہ سے کچھ لوگ یہ بھی بیان کرتے پھرتے تھے کہ انہوں نے اکیس کی تعداد روایت کی ہے، جیسا کہ مصنف عبدالرزاق میں ہے، چنانچہ:

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (المتوفی 211) نے کہا:

عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ، وَغَيْرِهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ "أَنَّ عُمَرَ جَمَعَ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَعَلَى تَمِيمٍ الدَّارِيِّ عَلَى إِحْدَى وَعِشْرِينَ رَكْعَةً يَقْرَءُونَ بِالْمِئِينَ وَيَنْصَرِفُونَ عِنْدَ فُرُوعِ الْفَجْرِ"۔ (مصنف عبدالرزاق 4: /260)

یعنی داود بن قیس وغیرہ نے محمد بن یوسف سے نقل کیا انہوں نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رمضان میں لوگوں ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کے ساتھ اکیس رکعات تراویح پڑھنے کے لئے جمع کر دیا، یہ سوسو آیات پڑھتے تھے اور اور فجر کے قریب ہی نماز سے فارغ ہوتے تھے۔

اس روایت میں دیکھیں کہ اسماعیل بن امیہ کے استاذ محمد بن یوسف ہی کے حوالے سے

دوسرے لوگوں نے اکیس کی تعداد نقل کی ہے، یقیناً یہ بات اسماعیل بن امیہ تک بھی پہونچی ہوگی اور انہوں نے یہ سن رکھا ہوگا کہ محمد بن یوسف نے اکیس کی تعداد بیان کی ہے لیکن جب انہوں نے اپنے استاذ محمد بن یوسف سے براہ راست یہ روایت سنی تو محمد بن یوسف نے اکیس کی تعداد نہیں بتلائی جیسا کہ لوگوں نے ان کے حوالہ سے بیان کر رکھا تھا بلکہ گیارہ کی تعداد بتلائی۔ ظاہر ہے کہ ان کے شاگرد کو حیرانی ہوگی کیونکہ انہوں نے اپنے اسی استاذ کے حوالہ سے اکیس کی تعداد سنی تھی۔ لہٰذا انہوں نے فوراً سوال اٹھا دیا کہ گیارہ رکعات یا اکیس رکعات؟ اس پر ان کے استاذ نے بتلایا کہ گیارہ ہی رکعات تھیں اور اکیس والی تعداد تو دوسرے صاحب یزید بن خصیفہ بیان کرتے ہیں۔

اس وضاحت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس روایت میں محمد بن یوسف کے حوالہ سے اکیس کی تعداد بیان کی گئی ہے وہ مردود ہے کیونکہ محمد بن یوسف نے اس سے برات ظاہر کر دی ہے۔

جواب:

قارئین کرام آپ کفایت اللہ سنابلی صاحب کی مذکورہ عبارت غور سے پڑھ لیں کہ انہوں نے یہ واضح طور پر اقرار کیا ہے کہ "اسماعیل بن امیہ تک یہ بھی پہونچی ہوگی اور انہوں نے یہ سن رکھا ہوا کہ محمد بن یوسف نے اکیس کی تعداد بیان کی ہے"

اس حوالہ کی حد تک تو یہ بات ثابت ہوئی کہ محمد بن یوسف نے راوی نے 21 رکعت کا بیان کیا ہے، جس میں داود بن قیس الفراء بھی شامل ہیں، جس سے کم از کم موصوف کفایت اللہ سنابلی کا انوار التوضیح ص 222 پر مصنف عبدالرزاق کی روایت پر تو اعتراض غلط ثابت ہوا کہ یہ روایت منکر ہے۔ کیونکہ داود بن قیس کے علاوہ اسماعیل بن امیہ نے 21 رکعت والی بات کا اعادہ کیا۔ موصوف اپنی کتاب میں ایک بات لکھتے ہیں اور دوسرے ہی مقام پر خود اس کا رد بھی لکھ دیتے ہیں۔ شاید اسی کا نام تحقیق ہے۔

اعتراض:

کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار التوضیح ص 186 پر فلسفہ جھاڑتے ہوئے لکھتے ہیں۔

تنبیہ بلیغ: یاد رہے کہ فوائد أبي بکر للنیسابوری ابھی تک غیر مطبوع ہے لیکن کسی صاحب نے اس کی ٹائپنگ کر کے شاملہ فارمیٹ میں تیار کیا ہے اور شاملہ کی سائٹ پر موجود بھی ہے، اس شاملہ والے نسخہ میں مذکور روایت میں تحریف کر دی گئی ہے، اور وہ عبارت جس سے یزید بن خصیفہ کے وہم کی دلیل تھی اسے بدل دیا گیا ہے:

چنانچہ مخطوطہ میں اصل عبارت یوں ہے:

فسألتُ يزيد بن خصيفة. فقال: حسبتُ أنّ السائب قال: أحد وعشري. (ملاحظہ ہو آگے مخطوطہ کے متعلقہ صفحہ کا عکس)۔

ترجمہ : اسماعیل بن امیہ نے یزید بن خصیفہ سے تعداد رکعات سے متعلق پوچھا تو یزید بن خصیفہ نے کہا: مجھے لگتا ہے کہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے اکیس کہا تھا۔

چونکہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ یزید بن خصیفہ کو بالضبط تعداد یاد نہ تھی اور تعداد کی بابت وہ تردد کے شکار تھے، اس لئے کچھ لوگوں نے اس عبارت میں اس طرح تحریف کر دی کہ یزید بن خصیفہ کے اظہار تردد پر پردہ پڑ جائے چنانچہ شاملہ کے محولہ نسخہ میں ہے:

فسألت يزيد بن خصيفة. فقال أحسنت إن السائب قال إحدى وعشرين.

(فوائد أبي بكر عبد الله بن محمد بن زياد النيسابوري - مخطوط ص 14 : ترقیم الشاملہ)

ترجمہ : اسماعیل بن امیہ نے یزید بن خصیفہ سے تعداد رکعات سے متلق پوچھا تو یزید بن خصیفہ نے کہا: تم ٹھیک کہہ رہے ہو سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے اکیس کہا تھا۔

غور فرمائیں کی مذکورہ تحریف سے عبارت کیا سے کیا بن گئی، یعنی یزید بن خصیفہ کے تردد کو یقین سے بدل دیا گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس شاملہ والے نسخہ کے ناسخ نے مخطوطہ کے مصدر کا حوالہ یوں دیا ہے:

مصدر المخطوط : مجامیع المدرسۃ العمریۃ، الموجودۃ فی المکتبۃ الظاہریۃ رقم المجموع : 3755 عام (مجامیع 18)

ذیل میں ہم اسی مخطوطہ سے متعلقہ صفحہ کا عکس پیش کر رہے ہیں قارئین تسلی کے لئے ملاحظہ فرمالیں:

مخطوطہ میں صاف پڑھا جارہا ہے کہ "حسبت" سے قبل "ا" موجود نہیں ہے لہٰذا اسے "احسنت" پڑھنا کسی بھی صورت میں درست نہیں۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی مخطوطہ ہی سے یہ روایت نقل کی ہے اور "حسبت" ہی نقل کیا ہے اور اس سے یزید بن خصیفہ کے تردد پر استدلال بھی کیا ہے دیکھئے (صلاۃ التراویح للالبانی : ص 58 :)۔

دکتور کمال قالمی نے بھی اسے مخطوطہ ہی سے نقل کیا ہے اور "حسبت" ہی نقل کیا دیکھئے موصوف کا مضمون فصل الخطاب فی بیان عدد رکعات صلاۃ التراویح فی زمن عمر بن الخطاب۔ لہٰذا قارئین سے گذارش ہے کہ شاملہ کے نسخہ سے دھوکہ نہ کھائیں۔

جواب:

گذارش ہے کہ اب تک تو کفایت اللہ سنابلی صاحب کو جو جوابات دیے گئے وہ ان کی اپنی من مرضی کے قلمی نسخہ اور ترجمہ کی بنیاد پر ہی دیے گئے ہیں۔ ابھی تک تو مخلوط کی بحث اور اس کے ترجمہ میں موصوف کی خیانت اور بدیانتی کا تو بیان ہی نہیں کیا۔ ان کی اپنی قائم کردہ دلیل، مخلوط اور ترجمہ سے ہی موصوف کا رد بلیغ پیش کر دیا ہے۔ موصوف نے جو نسخہ یا دلیل پیش کی اس کے تحقیق سے تو خود ان کا موقف غلط ثابت ہوتا ہے، اس لیے مخلوط کے بحث اور اس کے ترجمہ پر بحث ہی نہیں کی تاکہ عوام الناس کو اس طویل بحث میں الجھائے بغیر ہی اصل معاملہ واضح ہو۔ اس لیے موصوف کی اس تنبیہ بلیغ کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور قارئین کرام یہ ملاحظہ کریں کہ وہ جتنا شور مچاتے ہیں ان کا اپنا ہی رد ہوتا ہے۔

اگر چہ محمد بن یوسف کے اقرار و متابعت اور دیگر شاگردوں کی مرویات سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ یزید بن خصیفہ نے جو 21 رکعت کا بیان ج ء بلکل صحیح اور قطعیت کا ساتھ کیا۔ اگر چہ اس کے بعد کسی طرح کی بحث کی نہ کوئی ضرورت ہے اور نہ کسی اعتراض کے جواب لکھنے کی مگر کفایت اللہ سنابلی کے ہر اعتراض کی حقیقت عوام الناس کے سامنے عیاں کرنا ضروری ہے تاکہ موصوف کی علمی بد یانتیوں سے لوگ واقف ہوں۔

اعتراض:

غالی غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار التوضیح ص 189 تا ص 197 تک جو علمی موشگافیاں کیں وہ ملاحظہ کریں۔

شذوذ کی دوسری وجہ: حفظ وضبط میں یزید بن خصیفہ، محمد بن یوسف سے کم تر ہیں اس کے دلائل ملاحظہ ہوں:

امام احمد بن حنبل کے قول پر تحقیق:

غالی غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے یزید بن خصیفہ کے حفظ پر کلام کرنے کے لیے پہلا حوالہ امام احمد بن حنبل کا دیا، اس پر جو موصوف نے لکھا وہ ملاحظہ کریں۔

"ابن خصیفہ کے ضعف حفظ کی پہلی دلیل:

محمد بن یوسف کے حفظ پر کسی نے بھی جرح نہیں کی ہے جبکہ یزید بن خصیفہ کو ثقہ کہنے کے ساتھ ساتھ ان کے حفظ پر درج ذیل ناقدین کی جرح ملتی ہے۔

پہلے ناقد: امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی 241)، چنانچہ امام مزی رحمہ اللہ نے کہا:

وَقَالَ أبو عُبَيد الآجري، عَن أبي داود قال أحمد منكر الحديث

(تہذیب الکمال للمزی 32/ 173)

بعض اہل علم کا یہ کہنا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے یہاں منکر سے منفرد حدیث بیان کرنے والا مراد لیا ہے بے دلیل ہے۔۔۔

جواب:

گذارش ہے کہ غالی غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب نے جو لکھا وہ غلط اور مسترد ہے کیونکہ امام احمد کا منکر الحدیث سے مراد منفرد حدیث بیان کرنے والا بعض اہل علم مجہول نہیں بلکہ معروف ہیں اور ان اہل علم میں حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ کا نام نمایاں ہے۔

اہم بات یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام احمد کے منکر الحدیث کو تفرد پہ محمول کرنے کی بات کوئی عمومی طور پہ نہیں بلکہ یزید بن خصیفہ کے ترجمہ میں امام احمد بن حنبل کا قول منکر الحدیث نقل کرکے پھر اس قول کو تفرد پہ محمول کرنے کی بات کی ہے۔

حافظ ابن حجرؒ یزید بن خصیفہ کے متعلق امام احمدؒ کی اس جرح کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔۔

وَقد ينسب إِلَى جده قَالَ بن معين ثِقَة حجَّة وَوَثَّقَهُ أَحْمد فِي رِوَايَة الْأَثْرَم وَكَذَا أَبُو حَاتِم وَالنَّسَائِيّ وبن سعد وروى أَبُو عبيد الْآجُرِّيّ عَن أبي دَاوُد عَن أَحْمد أَنه قَالَ مُنكر الحَدِيث قلت هَذِه اللَّفْظَة يطلقها أَحْمد على من يغرب على أقرانه بِالْحَدِيثِ عرف ذَلِك بالاستقراء من حَاله وَقد احْتج بِابْن خصيفَة مَالك وَالْأَئِمَّة كلهم ع

(مقدمہ فتح الباری 453/1)

مفہوم: یزید بن خصیفہ کو ابن معین نے ثقہ حجۃ کہا اور الاثرم کی روایت میں امام احمد نے ثقہ کہا اسی طرح ابوحاتم، امام نسائی اور ابن سعد نے توثیق کی۔ اور الاجری امام ابو داود عن احمد سے نقل کرتے ہیں کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ میں کہتا ہوں: امام احمد بن حنبلؒ کی تحریر کا استقراء کرنے کے بعد یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ لفظ منکر الحدیث کا اطلاق اس راوی پہ بھی کرتے تھے جو اپنے معاصرین سے الگ کوئی نئی چیز بیان کرے۔۔۔۔

امام احمد بن حنبل کا منکر الحدیث کہنا سے مراد پر غیر مقلد ارشاد الحق اثری کا حوالہ بھی نوٹ کرلیں۔

منکر الحدیث کا لفظ امام احمد کی ایک خاص اصطلاح ہے جس سے راوی ضعیف نہیں بلکہ احمد سے تفرد مراد لیتے ہیں۔ (توضیح الکلام ص ۱۷۰، ۱۶۹)

اس تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ابن حجر عسقلانی نے یزید بن خصیفہ کی ترجمہ میں امام احمد بن حنبل کے قول کا مطلب واضح کیا کہ یہ راوی پر جرح نہیں بلکہ اس راوی کے ایک خاص دصف تفرد مراد ہوتی ہے۔ اور یہ بات ایک طالبعلم کو بھی معلوم ہے کہ راوی کے تفرد سے راوی کا ضعف تو کجا راوی کی روایت ضعیف نہیں ہوتی۔ اور موصوف سنابلی صاحب اس کو جرح ثابت کرنے کی لاحاصل کوشش میں لگے ہوئے ہیں، اور مزید یہ کہ ان کی اس بات سے خود غیر مقلدین متفق نہیں چہ جائیکہ وہ احناف پر ایسے اقوال پیش کریں۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب کا دوسرا رخ:

کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار التوضیح ص 129 پر امام احمد بن حنبل کے منکر کے بارے میں خود کیا لکھتے ہیں وہ بھی ملاحظہ کرلیں۔

" حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی 852) نے کہا:

فقد أطلق الإمام أحمد والنسائي وغير واحد من النقاد لفظ المنكر على مجرد التفرد.

امام احمد اور امام نسائی وغیرہ ناقدین نے لفظ منکر کو محض تفرد کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ (النکت علی کتاب ابن الصلاح لابن حجر 2/674)

اب اس تضاد اور مسلکی حمایت پر موصوف کو کیا کہا جائے؟

امام احمد بن حنبل کا قول کیا ثابت ہے؟

کفایت اللہ سنابلی صاحب ص 191 پر علمی شگوفہ پیش کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

اس قول کو امام احمد بن حنبل سے امام ابو داود نے روایت کیا اور ان سے ابو عبید نے پھر اسی کی کتاب سے امام مزی نے اس قول کو نقل کیا پھر اسے غیر ثابت کہنا کیا معنی رکھتا ہے۔

جواب:

گذارش ہے کہ غیر مقلدین حضرات کا یہ وطیرہ ہے کہ ایک ہی مسئلہ پر ان کا آپس میں اختلاف ہوتا ہے اور اس اختلاف کو اہل سنت کے خلاف اپنا موقف ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں۔ غیر مقلدین حضرات کا ایک گروہ جس میں علی زئی صاحب بھی شامل ہیں وہ امام داود سے پوچھے گئے سوالات کے راوی الاجری کو مجہول سمجھتے ہیں اور اس کی مرویات کو ضعیف کہتے ہیں۔ دوسرا گروہ جس میں غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب بھی ہیں الاجری سے استدلال کرتے ہیں۔ اب حال ہی کے غیر مقلدین کے یہ وطیرہ ہے کہ انہیں اپنے جس موقف میں الاجری کی کتاب کا حوالہ اپنے مسلک کی حمایت میں نظر آتا ہے وہ الاجری سے استدلال کرتا ہے اور جب اسی غیر مقلد کو اپنے مسلک کے خلاف کوئی حوالہ نظر آتا ہے تو الاجری پر مجہول کی جرح کر کے اس کو رد کر دیتا ہے۔ ان لوگوں نے تو دین سے مذاق شروع کیا ہوا ہے۔

بہر حال غیر مقلدین حضرات کے جو بھی مقاصد ہوں پہلے اپنے لوگوں کو یہ اصول سمجھاو پھر اہل سنت و جماعت کے خلاف ایسے اقوال سے استدلال کرنا۔

مزید یہ کہ اگر علامہ مزی کے نقل پر اعتماد آپ کو ہوتا تو خود اپنی کتاب میں مومل بن اسماعیل کے بارے میں امام بخاری کی جرح منکر الحدیث کو خطا نہ کہتے۔ اس کی جو بھی وجوہات ہو، کم از کم امام مزی کے نقل پر اس مقام پر بھی اعتماد کرنا تھا۔ لیکن اس مقام پر کیوں کے مسلک کے خلاف حوالہ ثابت ہو رہا تھا اس لیے اس پر اعتماد نہ کیا اور ادھر اپنے موقف کے حمایت میں حوالہ ہے اس لیے اس کا دفاع ان پر واجب ہو گیا۔

بہر حال اگر امام احمد بن حنبل کے قول کو ثابت بھی مان لیا جائے تو اس سے مراد تفرد ہے نہ کہ کوئی ضعف پر جرح۔

محدث ابن حبان کی قول کی تحقیق:

کفایت اللہ سنابلی صاحب ص 196 پر علمی شگوفہ پیش کرتے ہیں۔

دوسرے ناقد: امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی 354)، چنانچہ موصوف نے کہا:

يزيد بن عبد الله بن خصيفة من جلة أهل المدينة وكان يهم كثيرا إذا حدث من حفظه. (مشاہیر علماء الأمصار لابن حبان ص 135)

یہ جب اپنے حافظہ سے بیان کرتے تھے تو بہت زیادہ وہم کا شکار ہوتے تھے۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب مزید لکھتے ہیں۔

"یہاں امام ابن حبان رحمہ اللہ کی جرح کو تشدد کا حوالہ دیکر رد کرنے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ امام ابن حبان رحمہ اللہ اس کی ثقاہت کے منکر نہیں ہیں، بلکہ اسے اپنی کتاب ثقات میں ذکر کیا ہے، اور یہاں وہ اس کے حافظہ پر مفسر جرح کر رہے ہیں، لہٰذا یہ خاص اور مفسر جرح قابل قبول ہے، بالخصوص جبکہ امام احمد رحمہ اللہ کی مذکورہ جرح سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔"

جواب:

گذارش یہ ہے کہ ابن حبان کا یہ کہنا کہ یزید بن خصیفہ اپنی روایات میں بہت زیادہ وہم کا شکار ہوتے تھے، جمہور محدثین کرام میں سے کسی نے یہ بات نہیں کی اور نہ ان کی روایت پر آج تک وہم کا اعتراض ہوا ہے۔ وہ ثقہ راویوں کے بارے میں ہی ایسی باتیں نقل کرتے تھے جو ان سے صادر نہیں ہوئی تھیں۔ ابن حبان کے متعلق یہ بھی اعتراض ہے کہ ثقہ راوی کے بارے میں ایسی بات کہتے جو کہ راوی میں موجود نہ ہوتی۔ اسی لیے کسی محدث نے ابن حبان کی بات کو تسلیم نہیں کیا اور یزید بن خصیفہ کو سب نے ثقہ راوی قرار دیا ہے۔

ابن حبان کی اس قول کو محدثین کرام نے قابل استدلال ہی نہیں سمجھا اس لیے اس کو اپنی کتاب میں بھی ذکر کرنا پسند نہیں کیا۔

مزید یہ کہ اگر ابن حبان کے قول کو مان بھی لیا جائے تو جمہور کی توثیق کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ ابن حجر عسقلانی نے متفقہ طور پر ان کو ثقہ راوی کہا ہے۔

اور اہم نکتہ یہ ہے کہ اگر ابن حبان کے قول کو بالفرض مان بھی لیا جائے تو غالی غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کا الفوائد لابی بکر النیشا پوری کی روایت کا اگر وہ حصہ بغور سے پڑھ لیں جس میں محمد بن یوسف نے قطعیت کے ساتھ یزید بن خصیفہ کا 21 رکعت کو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کرنا بیان ہے۔

محمد بن یوسف کو قطعی طور پر معلوم ہے اسی لئے نہایت جزم و تاکید کے ساتھ کہا۔

-لقد سمع ذلك عن السائب بن يزيد ابن خصيفة-

محمد بن یوسف نے فرمایا :اس طرح کی بات (اکیس رکعت) یزید بن خصیفہ نے ہی سائب بن یزید سے سنی ہے۔ (فوائد ابی بکر النیسا بوری ق135 / ب)

اس سے معلوم ہوا کہ یزید بن خصیفہ کی بیان کردہ تعداد یقینی ہے۔ لہذا" احدی وعشرین " والی روایت میں محمد بن یوسف بھی یزید بن خصیفہ کے شاگرد ثابت ہوئے۔

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ جب دوسرا راوی محمد بن یوسف پہلے راوی یزید بن خصیفہ کی حمایت کر رہا ہے تو پھر وہم ہونے کی جرح کیسے قبول کی جا سکتی ہے؟

غیر مقلدین حضرات کے نزدیک ابن حبان کا متشدد محدث ہونا:

۞ غیر مقلدین کے محقق عبد الرحمن مبارکپوری صاحب ایک راوی پر امام ابن حبانؒ کی جرح کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"امام ابن حبانؒ کا مذکورہ قول قابل قدح (مضر) نہیں ہے کیونکہ وہ متعنت (متشدد) ہیں، اور جرح میں حد سے زیادہ تجاوز کرنے والے ہیں۔

(ابکار المنن ص700)

۞ غیر مقلد محمد گوندلوی لکھتے ہیں کہ :

"وہ (ابن حبانؒ) متشدد ہیں۔ (خیر الکلام ص 173)

- گوندلوی غیر مقلد ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

"امام ابن حبان بسا اوقات ثقہ راوی پر جرح کر جاتے ہیں یہاں تک کہ گویا وہ جانتے ہی نہیں کہ اس (ثقہ راوی) کے سر سے کیا نکالنا چاہتے ہیں؟ (التحقیق الراسخ ص 79)

- ارشاد الحق اثری صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں کہ

"امام ابن حبان جرح میں متشدد ہیں۔ (توضیح الکلام ص 434)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ "امام ابن حبان کا تشدد معروف ہے۔ (توضیح الکلام ص 439)

- غیر مقلد نذیر رحمانی نے بھی امام ابن حبانؒ کو متشدد قرار دیا ہے۔ (انوار المصابیح ص 114)
- غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے بھی تصریح کی ہے کہ علماء نے ابن حبان کو متشدد قرار دیا ہے۔

(الحدیث شمارہ 59 ص 20)

- غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے کہ امام ابن حبانؒ کے بارے میں تو معجم البلدان لیاقوت الحموی ج 1 ص 419 بحوالہ یہ بھی لکھا ہے کہ

"حافظ محمد بن حبان ابو حاتم البستی رحمہ اللہ (متوفی 354ھ) کے بارے میں محدثین کرام کے درمیان اختلاف تھا۔ ابو الفضل احمد بن علی بن عمرو السلیمانی، یحییٰ بن عمار، ابو اسماعیل الہروی، ابو علی النیسابوری، محمد بن طاہر المقدسی اور عبد الصمد بن محمد بن صالح نے ان پر جرح کی، بلکہ سلیمانی نے انہیں "کذابین میں شمار کر کے" ابو حاتم سہل بن السری الحافظ سے نقل کیا: "لا تکتب عنہ فانہ کذاب" اس سے حدیث نہ لکھو کہ وہ کذاب ہے۔ (الحدیث شمارہ 59 ص 17)

- غیر مقلد محب اللہ شاہ راشدی صاحب لکھتے ہیں۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ جس طرح توثیق و تعدیل میں متساہل ہیں اسی طرح جرح وغیرہ کے سلسلہ میں کافی جگہوں پر بہت زیادہ تشدد سے کام لیتے تھے۔

(فتاویٰ راشدیہ صفحہ نمبر 545)

مذکورہ بالا حوالہ جات سے کم از کم ابن حبان کی جرح کا مقام ان غیر مقلدین حضرات کے نزدیک واضح ہے کہ وہ ابن حبان کی ثقہ راویوں پر جرح کو متشدد ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کرتے۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب کی دوغلی پالیسی

اب قارئین کرام کے سامنے کفایت اللہ سنابلی صاحب کی دوغلی پالیسی پیش خدمت ہے کہ وہ کس طرح اپنے مسلک کی حمایت میں محدثین کرام کی عبارات کا رخ موڑتے ہیں؟ اور کس طرح وہ مخالفین کے دلائل میں غیر قادحہ علت کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔؟

کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص 286 پر ابن حبان ہی کی مومل بن اسماعیل کے بارے میں جرح" یخطی کثیرا" کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" عرض ہے کہ امام ابن حبان نے سماک کو اپنی کتاب الثقات میں ذکر کر کے ان پر جرح کی ہے اور بظاہر یہ متعارض بات لگتی ہے کہ اگر یہ ثقہ ہیں تو ان پر جرح کیوں کی گئی اور اگر مجروح ہیں تو انہیں ثقات میں کیوں ذکر کیا گیا؟

ہمارے نزدیک اس اشکال کا حل یہ ہے کہ بعض محدثین جب تضعیف کے ساتھ توثیق بھی کرتے ہیں تو ایسے مواقع پر توثیق اصطلاحی مراد نہیں ہوتی بلکہ محض دیانتداری ہوتی ہے۔

یعنی ابن حبان نے انہیں دیانت داری کے لحاظ سے ثقہ بتلایا ہے اور ضبط کے لحاظ سے ان پر جرح کی ہے، لیکن چونکہ ابن حبان جرح میں متشدد ہیں۔ اس لیے ثابت شدہ صریح توثیق کے مقابلہ میں ان کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

بلکہ خود ابن حبان نے بھی اپنی اس جرح کا اعتبار نہیں کیا اور سماک بن حرب کو ثقہ مان کر اس کی کئی احادیث کو اپنی کتاب صحیح ابن حبان میں درج کیا۔"

قارئین کرام مذکورہ بالا اقتباس کا بغور مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب نے اپنے مسلک کی حمایت میں کیسے کیسے استدلال کیے ہیں؟ اپنے مسلک کی حمایت میں مومل بن اسماعیل

پر ابن حبان کی جرح کا انکار کیا اور اپنے مسلک کے خلاف بیس رکعت تراویح والی روایت کا ایک راوی یزید بن خصیفہ پر ابن حبان کی جرح کو مفسر تسلیم کرکے روایت کا انکار کیا۔

الزامی جواب:

بطور الزام یہ نکتہ سمجھانا ضروری ہے کہ اگر محدث ابن حبان کا مومل بن اسماعیل سے صحیح ابن حبان میں روایت لینا اس بات کو ثبوت ہے کہ ابن حبان نے اپنی جرح کا کوئی اعتبار نہیں کیا تو اسی قاعدہ کو اگر یزید بن خصیفہ پر بھی لاگو کرکے دیکھیں تو آپ کو واضح معلوم ہوگا کہ ابن حبان نے یزید بن خصیفہ سے اپنی کتاب صحیح ابن حبان 1650، 2965، 4852 سے روایات لی ہیں۔

تو اس طرح تو کفایت اللہ سنابلی صاحب کے اپنے بنائے ہوئے اصولوں سے ابن حبان کی جرح علت قادحہ ثابت نہ ہوئی اور ان کا حوالہ دینا غلط ثابت ہوا۔

علامہ ذہبی کے حوالہ کی تحقیق:

غالی غیر مقلد اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے اپنی کتاب انوار التوضیح ص 196 - 197 پر لکھتے ہیں۔

تیسرے ناقد: امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی 748)، چنانچہ موصوف نے اس روای کو ضعفاء کی کتاب میزان میں نقل کرتے ہوئے کہا:

وروى أبو داود أن أحمد قال: منكر الحديث.

(میزان الاعتدال للذہبی 4 : /430)

یاد رہے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے امام احمد کے قول پر کوئی تعاقب نہیں کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ امام ذہبی رحمہ اللہ بھی اسے ثقہ ماننے کے ساتھ اس کے حافظہ پر کلام کو تسلیم کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ امام ذہبی میزان میں غیر معتبر جرح نقل کرنے کے بعد اس پر رد بھی کرتے ہیں۔

جواب:

گذارش ہے کہ موصوف سنابلی صاحب امام احمد بن حنبل کے قول منکر الحدیث کو جرح سمجھ کر شور کر رہے ہیں وہ جرح ہی نہیں ہے۔ جب جرح ہی نہیں تو اس کا دفاع یا جواب دینے کا کیا مطلب؟

حیرانگی ہے کہ امام احمد بن حنبل کا قول منکر الحدیث جرح بھی نہیں بلکہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے خاص یزید بن خصیفہ کے ترجمہ میں امام احمد بن حنبل کے قول کی وضاحت بھی موجود ہے کہ امام احمد بن حنبل کا منکر الحدیث جرح نہیں بلکہ اس سے مراد راوی کا تفرد ہے، اس کے باوجود بھی موصوف سنابلی صاحب مسلکی حمایت میں کس قدر شور مچارہے ہیں کہ امام احمد کا قول جرح ہے۔ جناب جب امام احمد کے قول کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے تفرد پر محمول قرار دیا ہے تو پھر اصول حدیث میں آپ کے قول کی کیا حیثیت۔

سنابلی کا اپنا موقف

بالفرض یہ بات تسلیم کرلی جائے کہ میزان الاعتدال ضعیف راویوں پر مشتمل کتاب ہے تو خود موصوف سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار البدر ص 288 پر بڑے طمطراز سے لکھتے ہیں۔

> " امام عقیلی، اور ابن الجوزی نے انہیں ضعفاء والی کتاب میں ذکر کیا ہے، لیکن ضعفاء والی کتابوں میں کسی راوی کا ذکر ہونا، اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ وہ راوی ضعفاء کے مولفین کے نزدیک بھی ضعیف ہے، کیوں کہ ضعفاء کے مولفین ثقہ رواۃ کا تذکرہ بھی ضعفاء میں یہ بتانے کے لیے کردیتے ہیں کہ ان پر جرح ہوئی ہے۔" [1]

اب اگر میزان الاعتدال لکھی ہی ضعیف راویوں کے بارے میں ہے تو خود موصوف نے یہ اقرار کیا ہے کہ ضعفاء پر لکھی جانے والی کتب میں ضروری نہیں کہ مولف کے نزدیک بھی راوی ضعیف ہو۔ مزید یہ نکتہ قارئین کرام ذہن نشین کریں کہ امام احمد بن حنبل کا قول منکر الحدیث کوئی جرح ہی نہیں ہے۔ اس لیے موصوف سنابلی کا اس کو بار بار جرح بتانا ایک دھوکا اور فریب ہے۔

---

[1] غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی نے اپنی کتاب انوار البدر ص 462 اور اپنی بدنام زمانہ کتاب یزید بن معاویہ کے صفحہ [illegible] صفحہ [illegible] پر یہی تحقیق پیش کی ہے۔

علامہ ذہبی کا میزان الاعتدال میں منہج:

قارئین کرام کے لیے یہ علمی نکتہ بھی واضح کر دیں کہ علامہ ذہبی اگر میزان الاعتدال میں کسی راوی کو ذکر کر دیں تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ راوی ضروری ہی مجروح یا ضعیف ہوگا۔

خود علامہ ذہبی اپنی کتاب میزان الاعتدال کے آخر میں لکھتے ہیں۔

فأصله وموضوعه في الضعفاء وفيه خلق - كما قدمنا في الخطبة - من الثقات ذكرتهم للذب عنهم ولان الكلام فيهم غير مؤثر ضعفاً۔

(میزان الاعتدال 4/616)

ترجمہ: اس کتاب میزان الاعتدلال کا اصل موضوع تو ضعفاء ہی ہے جیسے کہ میں نے کتاب کے مقدمہ میں ذکر کیا تھا لیکن اس میں ثقات کی بھی بڑی جماعت موجود ہے ۔میں نے ان کا تذکرہ اس لئے کیا تا کہ ان کا دفاع کرسکوں یا یہ بتا سکوں کہ ان کی تضعیف میں جو کلام کیا گیا ہے وہ غیر مؤثر ہے۔

اس تحقیق سے یہ بات واضح ہوئی کہ میزان الاعتدال میں بقول علامہ ذہبی بہت سارے ثقہ راویوں کا ذکر بھی آیا ہے، جس کی توثیق میزان الاعتدال میں ہی کر دی ہے۔

اگر امام احمد بن حنبل کا قول منکر الحدیث جرح کا صیغہ ہوتا تو پھر علامہ ذہبی اس کا رد ضرور کرتے، کیونکہ امام احمد بن حنبل کا قول منکر الحدیث جرح ہی نہیں ہے تو پھر دفاع کس بات کا کرتے؟ اگر یہ جرح ہوتی تو علامہ ذہبی ضرور اس کا دفاع کرتے کیونکہ یزید بن خصیفہ تو صحیح بخاری، اور صحیح مسلم کے علاوہ صحاح ستہ کی دیگر کتب کے راوی ہیں، اگر صحیحین کے راوی پر یہ قول علت قادحہ ہوتی تو وہ اس کا دفاع ضرور کرتے۔ علامہ ذہبی کا امام احمد کے قول پر کسی طرح کا نقد نہ کرنا تو اس بات کا ثبوت ہے کہ علامہ ذہبی امام احمد بن حنبل کے قول منکر الحدیث کو راوی کے بارے میں جرح ہی نہیں سمجھتے تھے۔

علامہ ذہبی کا اپنی دوسری کتاب الراوۃ الثقات کے بارے میں قول:

مزید تحقیقی نکتہ پیش خدمت یہ ہے کہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ہی ایسے راویوں کا دفاع تو کیا مگر اس کے باوجود ایسے راویوں پر مشتمل ایک الگ مستقل کتاب "الرواۃ الثقات المتکلم فیھم بمالا یوجب ردھم" بھی لکھی تاکہ لوگوں پر مزید واضح ہوسکے۔

علامہ ذہبی اپنی کتاب الراوۃ الثقات کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں۔

وَقد کتبت فِي مصنفي الْمِيزَان عددا كثيرا من الثِّقَات الَّذين احْتج البُخَارِيّ أَو مُسلم أَو غَيرهمَا بهم لكَون الرجل مِنْهُم قد دون اسْمه فِي مصنفات الْجرْح وَمَا أوردتهم لضعف فيهم عِنْدِي بل ليعرف ذَلِك وَمَا زَالَ يمر بِي الرجل الثبت وَفِيه مقَال من لَا يعبأ بِهِ.

(الرواۃ الثقات المتکلم فیھم بمالا یوجب ردھم ص 23، دوسرا نسخہ ص 197)

ترجمہ: میں نے اپنی تصنیف "میزان الاعتدال" میں بہت سے ایسے ثقات کا ذکر نقل کیا ہے جن راویوں سے بخاری، مسلم یا دیگر محدثین نے احتجاج کیا ہے، اور یہ اس لئے ہوا کہ ان میں سے بہت سارے راویوں کے نام کتبِ جرح میں نقل در نقل نقل کیے گئے، اور میرا ایسے رایوں کو اپنی کتاب میں ذکر کرنے کا مقصد ان کی تضعیف نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ عوام الناس یہ جان لیں، اور میرے سامنے بہت سے ایسے ثبت راویوں کا تذکرہ آیا ہے جن میں ان رادیں کے متعلق ایسا کلام نقل کیا گیا ہے، جو کہ معتبر نہیں ہے۔

اس تحقیق سے یہ بات واضح ہوئی کہ ایسے ثقہ راوی جن کے بارے میں میزان الاعتدال میں ضعف کی جرح بھی نقل کی گئی ہے اگرچہ ان کا دفاع میزان الاعتدال میں بھی کیا گیا ہے مگر عوام الناس کو متنبہ کرنے کے لیے علامہ ذہبی نے الگ سے ایک مستقل تصنیف الرواۃ الثقات لکھی۔

علامہ ذہبی کا یزید بن خصیفہ کو اس کتاب میں بھی نقل کرنا تو اس بات کو واضح ثبوت ہے کہ اگر

منکر الحدیث کے الفاظ جرح ہوتے تو وہ اس کا تعاقب ضرور کرتے۔ اس لیے علامہ ذہبی کا میزان الاعتدال میں امام احمد بن حنبل کے قول منکر الحدیث کو جرح ہی نہیں سمجھتے تھے اس لیے علامہ ذہبی نے کوئی تعقب اور نہ نقد کیا۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ موصوف سنابلی صاحب کے پاس دلائل میں بتانے کو کچھ نہیں، صرف اور صرف دھوکے سے عوام الناس کو مغالطہ دینا مقصد ہے۔

ابن خصیفہ کے ضعف حفظ کی دوسری دلیل کا تحقیق جائزہ:

کفایت اللہ سنابلی صاحب انوار التوضیح ص 197 پر لکھتے ہیں۔

"ابن خصیفہ کے ضعف حفظ کی دوسری دلیل:

محمد بن یوسف کی کئی ایک محدث نے اعلیٰ توثیق کی ہے : ملاحظہ ہو:

☆ (۱) امام یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ (المتوفی 198) نے آپ کو ثبت قرار دیا ہے۔

کان یحیی بن سعید یثبتہ (تہذیب التہذیب لابن حجر 9/35)۔

☆ (۲) امام علی بن المدینی رحمہ اللہ (المتوفی 234) نے بھی اسے برضاء ورغب نقل کیا ہے۔

امام ابن أبی خیثمہ رحمہ اللہ نے کہا:

رَأَيْتُ فی کتاب علی بن الْمَدِينِيّ :سمعت يَحْيَى يقول :مُحَمَّد بن يُوسُف أثبت من عَبْد الرَّحْمَن بن حُمَيْد، وعَبْد الرَّحْمَن بن عَمَّار. قال :قلت : أيما أثبت عَبْد الرَّحْمَن بن حُمَيْد أو عَبْد الرَّحْمَن بن عَمَّار؟ فقال :ما أقربهما.

وسألته عن عمر بن نبيه، قال :لم يكن به بأس. قال :وكان مُحَمَّد بن يُوسُف أعرج، وكان ثبتًا وكان يقول :سمعت السائب بن يزيد وهو جدي من قِبَلِ أُمِّي. (تاریخ ابن أبی خیثمہ 4/282)

☆ (۳) امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی 256) نے اسے برضاء ورغبت نقل کیا ہے۔ کَانَ

یحیی یُثْبِتُہ ‘ (التاریخ الکبیر للبخاری 2 :42/)۔

☆(٤) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ناقدین کے اقوال کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے یزید بن خصیفہ کو صرف ثقہ کہا ہے (تقریب :رقم 7738)

جبکہ محمد بن یوسف کو ثقہ ثبت کہا ہے۔ (تقریب :رقم 6414)“

جواب:

گذارش ہے کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب نے جو حوالہ جات دیے اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ جس راوی کی اعلی درجہ کی ثقاہت ثابت ہو تو اس کے مقابلے جس کی صرف ثقاہت ثابت ہو تو وہ اس کے ضعف حفظ کی دلیل بن جاتی ہے۔ غیر مقلدین حضرات میں تو کفایت اللہ سنابلی صاحب نے علم اسماء الرجال کا جو کھیل تماشہ اور بازیچہ اطفال بنا دیا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ موصوف کا یہ استدلال تو اگر کوئی طالبعلم بھی پڑھے تو وہ بھی ششدرہ رہ جائے کہ موصوف نے یہ بات کیسے کہہ دی؟ بہر حال سنابلی صاحب کے ایسے علم سے لبریز استدلال سے ان کی کتابیں بھری پڑی رہتیں ہیں۔

یحیی بن سعید القطان کے قول کی تحقیق:

موصوف نے جو امام یحیی بن سعید القطان نے توثیق نقل کی تو وہ منفرد صیغہ ثبت کے ساتھ ہے اور شاید تاریخ ابن خیثمہ کا حوالہ خود بھی صحیح نہیں پڑھا کہ اس میں تو یحیی بن سعید القطان نے نسبتی توثیق کی ہے نہ کہ مطلقا۔ امام یحیی بن سعید نے کسی مقام پہ مرکب الفاظ ثقہ ثبت نہیں کہا، اس طرح کی بات کرنا غلط اور مردود ہے۔ علماء محققین پہ یہ بات واضح ہے کہ منفرد ثبت اور مرکب الفاظ ثقہ ثبت میں بہت فرق ہے۔ اس لیے موصوف سنابلی صاحب کا دھوکا دینے کی کوشش تو فضول ہوئی۔ امام یحیی بن سعید قطان سے اول تو مرکب صیغے ثقہ ثبت ثابت نہیں اور یہ کہ جس حوالہ میں ثبت بھی کہا تو اس میں نسبتی ثبت کی بات کی ہے نہ کہ مطلقاً۔ اور بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ ایک قول

میں یحیی بن سعید نے ثبت کہا اور دوسرے قول میں ثقہ، تو کیا اس معاملہ میں بھی موصوف کفایت اللہ سنابلی صاحب کا فارمولا کو نہ کیا جائے کہ جس جگہ ثبت کہا اس سے مراد ثقہ ہے؟[1]

یہ بات یاد رکھیں کہ اسماء الرجال کا میدان کوئی باغیچہ اطفال نہیں کہ جو مرضی آئے محدثین کرام کے منہج کے نام پر تھوپ دیا جائے اور لوگ آپ کے مقلد بھی نہیں کہ آپ کی رائے ان کے لیے معتبر بن جائے۔ اس لیے ایسے فریب اور دھوکا سے پرہیز کریں۔[2]

---

[1] سنابلی صاحب کا تضاد ملاحظہ کریں۔

سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار التوضیح ص 199 پر مسلکی حمایت میں بغیر سند کے قول کو معتبر کیسے مانتے ہیں موصوف فرماتے ہیں۔

"اس کے ساتھ ساتھ حافظ حجر رحمہ اللہ نے امام یحیی بن سعید رحمہ اللہ سے یہ بھی نقل کیا:

قال بن معين قال لي يحيى لم أر شيخا يشبهه في الثقة.

(تہذیب التہذیب لابن حجر 31 : /35)

یہ اقوال تھذیب الکمال میں بھی منقول ہیں لہٰذا حافظ ابن حجر کی بنیادی اقوال ہیں جن کے بیان میں انہیں کوئی وہم نہیں ہوا ہے، لہٰذا حافظ موصوف کا محمد بن یوسف کو ثقہ کے ساتھ ثبت قرار دینا بالکل مبنی برصواب ہے۔"

[2] سنابلی صاحب کا دوسرا تضاد ملاحظہ کریں۔

اپنی کتاب کے دوسرے مقام انوار التوضیح ص 202 پر اپنی مسلک کی حمایت میں کفایت اللہ سنابلی صاحب کیسے سند نہ ہونے کا اعتراض کرتے ہیں، ان کی یہ ادا بھی ملاحظہ کریں، لکھتے ہیں۔

"بعض حضرات کہتے ہیں کہ ابن معین نے انہیں 'ثقۃ حجۃ' کہا ہے۔

عرض ہے کہ ابن معین سے یہ قول ثابت ہی نہیں یہ قول الکمال للقدسی (ج 9 ص 405) میں بے سند و بے حوالہ مذکور ہے اور وہی سے دیگر کتب والوں نے بھی نقل کیا مثلاً (تہذیب الکمال للمزی 32 : /173) وغیرہ۔"

ابن حجر عسقلانی کے قول کی تحقیق:

ابن حجر عسقلانی کے متعلق موصوف نے کہا ہے کہ محمد بن یوسف کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے ثقہ ثبت لکھا ہے اس لیے ان کی توثیق اعلیٰ درجہ کی ثابت ہوئی، تو اس بارے میں گذارش ہے کہ اگر موصوف سنابلی صاحب حافظ ابن حجر عسقلانی کے دوسرے قول پر مطلع ہوتے تو ایسی بات ہرگز نہ کرتے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی دوسری کتاب النکت 2/ 731 میں ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

عن الليث بن سعد عن يزيد بن الهاد عن يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد به.

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی اس روایت کے راوی جن میں یزید بن خصیفہ بھی شامل ہیں، لکھتے ہیں۔

"رجاله ثقات أثبات والسائب قد صح سماعه من النبي صلى الله عليه وسلم فالحديث صحيح حكما."

(النکت 2/731)

ترجمہ: اس روایت کے رجال ثقات اثبات (ثقہ ثبت) ہیں اور سائب بن یزید کا سماع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہے اس لیے یہ حدیث حکماً صحیح ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کے اس مذکورہ حوالہ سے معلوم ہوا کہ انہوں نے یزید بن سائب کو ثقات اثبات راویوں میں شمار کیا۔

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے یزید بن خصیفہ کو بھی ثقہ ثبت راویوں میں شمار کیا ہے، اس طرح وہ بھی ابن حجر عسقلانی جیسے ماہر رجال کے نزدیک ثقہ ثبت ثابت ہوئے اور موصوف کی دلیل باطل و مردود ثابت ہوئی۔

اعتراض:

الغرض یہ کہ محمد بن یوسف کو دو عظیم محدث نے ثقہ وثبت کہا ہے:

ایک جرح وتعدیل کے امام یحیی بن سعید القطان اور دوسرے خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجر رحمھما اللہ. جبکہ یزید بن خصیفہ کے بارے میں صرف اور صرف ایک محدث ابن سعد ہی سے اعلی توثیق منقول ہے، چنانچہ:

امام ابن سعد رحمہ اللہ (المتوفی 230) نے کہا:

وَكَانَ عَابِدًا نَاسِكًا ثِقَةً كَثِيرَ الْحَدِيثِ ثَبْتًا.

(الطبقات الکبری لابن سعد 9 : /274)

لہٰذا یحیی بن سعید جیسے جرح وتعدیل کے امام اور حافظ ابن حجر جیسے ماہر رجال کے بالمقابل ابن سعد کی اعلی توثیق کی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔

جواب:

گذارش ہے کہ اول تو موصوف کی یحیی بن سعید القطان سے قول ثقہ ثبت مرکب صیغے کے ساتھ ثابت نہیں اور بالفرض مان بھی لیا جائے تو نسبتی توثیق کا صیغہ ثابت ہوتا ہے، مزید یہ کہ حافظ ابن حجر عسقلانی جیسے ماہر رجال کے نزدیک یزید بن خصیفہ بھی ثقہ ثبت راویوں میں ثابت ہوتے ہیں۔

عجب طرفہ تماشہ ہے کہ اپنی دلیل ثابت نہیں ہوتی اور دوسروں کے حوالہ جات بیجا تنقید شروع کردی جاتی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کے قول سے یزید بن خصیفہ کو ثقہ ثبت تو ثابت کردیا، ابن سعد کا قول ثقہ ثبت آپ نے خود تسلیم بھی کرلیا۔

یزید بن خصیفہ کی اعلیٰ توثیق اور محدثین کرام

اب کچھ مزید محدثین کرام کے حوالہ جات یزید بن خصیفہ کی اعلیٰ توثیق یا توثیق کے بارے میں پیش خدمت ہیں۔

امام احمد بن حنبل	ثقة ثقة	الجرح والتعدیل 274/9
حافظ ابن حجر عسقلانی	رجاله ثقات أثبات	النکت 731/2
امام یحیی بن معین	ثقة حجة	تہذیب الکمال 172/32
ابن عبدالبر	ثِقَةٌ مَأْمُونًا مُحَدِّثًا	التمہید 25/23
بن ملقن	ثِقَة بلا خلاف	البدر المنیر 675/8
محدث ابن قطان	وهو ثقة بلا خلاف	بیان الوہم 298
ابن سعد	ثِقَةً كَثِيرَ الْحَدِيثِ ثَبَتًا.	الطبقات الکبری 274/9
ابن شاہین	ثِقَة	تاریخ أسماء الثقات 255/1
ابو حاتم	ثقة	الجرح والتعدیل 274/9
علامہ ذہبی	ثقة ناسك	الکاشف 6326
علامہ ذہبی	الفَقِيهُ	سیر أعلام النبلاء 157/6

محدثین کرام جن کو خود کفایت اللہ سنابلی صاحب صحیح مانتا ہے، اس کتب میں یزید بن خصیفہ کی درج روایت ملاحظہ کریں۔

صحیح بخاری 470: 1072، 2323، 3325، 6245، 6779

صحیح مسلم 444: ،577، 1576، 2153، 2572

صحیح ابن خزیمہ 568: ،1305

صحیح ابن حبان 1650: ،2965، 4852

صحیح ابوعوانہ 1300: ،1951، 5332، 5334، 4852،

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ راوی یزید بن خصیفہ بغیر کسی مخالفت کے ثقہ ثبت مامون راوی ہیں۔ متعدد محدثین کرام نے توثیق کے اعلی درجہ جس میں مرکب صیغہ استعمال ہوئے جن میں ثقہ ثقہ، ثقہ حجت، ثقہ مامون، ثقات اثبات استعمال کیے ہیں۔ جبکہ اس کے برعکس محمد بن یوسف کے بارے میں صرف حافظ ابن حجر عسقلانی نے استعمال کیے ہیں۔ اگر تو کفایت اللہ سنابلی صاحب کے اصول کے تحت روایت کو پرکھا جائے تو 20 رکعت والی وہ روایت جو یزید بن خصیفہ سے مروی ہے وہ راجح قرار پائے گی۔ اس لیے یزید بن خصیفہ کے بارے میں کچھ بھی کلام کرنا غلط اور باطل ہے۔

یزید بن خصیفہ کے حافظہ پر تردد کا الزام اور اس کی تحقیق:

جب کفایت اللہ سنابلی صاحب سے اس روایت کا کوئی جواب بن نہیں پارہا اور البانی کے تمام حوالہ جات بھی کسی طرح روایت کو ضعیف ثابت نہ کرسکے تو جناب نے ایک مزید اعتراض کرنے کی کوشش کی۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار التوضیح ص 200 پر لکھتے ہیں۔

"ابن خصیفہ کے ضعف حفظ کی تیسری دلیل: محمد بن یوسف نے کسی بھی روایات میں اپنے حافظہ پر تردد کا اظہار نہیں کیا ہے جبکہ یزید بن خصیفہ نے اپنے حافظہ پر تردد کا اظہار کیا ہے، جیسا کہ فوائد ابی بکر النیسابوری کے حوالہ سے وضاحت گذر چکی ہے۔"

جواب:

جناب اس اعتراض کا جواب تو دے دیا گیا ہے کہ جس روایت کا موصوف نے خود ترجمہ کیا ہے اس ترجمہ سے جو کھینچ تان کر یزید بن خصیفہ کے تردد کو زبردستی ثابت کرنے کی کوشش

کر رہے ہیں، وہ ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ یزید بن خصیفہ نے روایت میں تردد کا نہیں بلکہ احتیاط کا اظہار کیا ہے اور اگر یزید بن خصیفہ کو روایت میں تردد ہوتا تو کوئی نہ کوئی شاگرد اس تردد والی روایت کی نشاندہی تو کرتا یزید بن خصیفہ نے تو جس راوی کو بیان کیا اسے 20 رکعت ہی بیان کیا۔ یزید بن خصیفہ کے تمام شاگرد ان سے 20 رکعت بیان کرتے ہیں البتہ اس کے برعکس محمد بن یوسف سے ان کے شاگرد تردد والی روایت نقل کرتے ہیں جس کا بیان مصنف عبدالرزاق اور فوائد ابی بکر النسابوری ق 135 / ب سے پیش کر دیا گیا ہے۔

بالفرض اگر یزید بن خصیفہ کو کوئی تردد ہوتا تو محمد بن یوسف بالجزم یہ نہ کہتے ہیں کہ 21 رکعت والی روایت یزید بن خصیفہ نے حضرت سائب بن یزید سے سنی۔

غالی غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کا الفوائد لابی بکر النیشا پوری کی روایت کا اگر وہ حصہ بغور سے پڑھ لیں جس میں محمد بن یوسف نے قطعیت کے ساتھ یزید بن خصیفہ کا 21 رکعت کو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کرنا بیان ہے تو ایسے بے تکے اعتراض کرنے کی جرات نہ ہوتی۔

محمد بن یوسف کو قطعی طور پر معلوم ہے اسی لئے نہایت جزم و تاکید کے ساتھ کہا۔

لقد سمع ذلك عن السائب بن يزيد ابن خصيفة-

محمد بن یوسف نے فرمایا: اس طرح کی بات (اکیس رکعت) یزید بن خصیفہ نے ہی سائب بن یزید سے سنی ہے۔ فوائد ابی بکر النیسابوری ق 135 / ب

اس سے معلوم ہوا کہ یزید بن خصیفہ کی بیان کردہ تعداد یقینی ہے۔ لہٰذا "احدی وعشرین" والی روایت میں محمد بن یوسف بھی یزید بن خصیفہ کے شاگرد ثابت ہوئے۔

ایک طرف تو راوی اپنے تمام شاگردوں کو بھی 21 رکعت کا بیان کرے اور دوسرا راوی متابع بن کر اس بات کی گواہی دے کہ یزید بن خصیفہ نے 21 ہی قطعی طور پر سنی ہے تو اس کے باوجود بھی اس پر تردد کا الزام علمی بددیانتی اور مردود عمل ہے۔

یزید بن خصیفہ کے متعلق بعض شبہات کا ازالہ:

کفایت اللہ سنابلی صاحب کو جب کوئی دوسری بات نہیں سوجی تو موصوف اب ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے اور ایسی تحریر لکھی ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ موصوف کو خود بھی معلوم ہے کہ اس کی علمی حیثیت بالکل نہیں۔

امام احمد بن حنبل کے قول کی تحقیق:

موصوف سنابلی صاحب انوار التوضیح ص 200 پر لکھتے ہیں۔

امام اثرم نے احمد بن حنبل سے یزید بن خصیفہ کے بارے میں نقل کیا:

ثقة ثقة۔(الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم 9 : /274)

عرض ہے کہ یہ مکرر توثیق امام احمد رحمہ اللہ سے ثابت نہیں اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) یہ مکرر توثیق صرف ایک مخطوطہ میں ہے دیگر مخطوطوں میں ایسا نہیں۔

(۲) احمد بن حنبل کے کسی بھی دوسرے شاگرد نے ان سے یہ بات نقل نہیں کی ہے۔

(۳) امام احمد بن حنبل کے بیٹے نے بھی ایسا نہیں نقل کیا۔

(٤) امام احمد سے اُن کے بارے میں منکر الحدیث بھی منقول ہے۔

جواب:

گذارش ہے کہ امام احمد بن حنبل سے مکرر توثیق ثابت ہے، کیونکہ کسی بھی الفاظ کے ثبوت کے لیے ضروری نہیں کہ وہ تمام مخطوط میں ثابت ہوں، مخطوطات پر تحقیق کرنے والوں پر یہ بات واضح ہے کہ کبھی کبھار ایک مخطوط میں کوئی لفظ زیادہ ہوتا ہے اور کبھی کوئی عبارت زیادہ ہوتی ہے، جس مخطوط پر اعتبار ہو، اس سے وہ نقل کر دیا جاتا ہے۔ الفاظ کے ضبط میں یہ اصول نہیں کہ وہ تمام نسخوں میں ثابت ہو۔

اور یہ کوئی کلیہ قاعدہ نہیں کہ امام احمد بن حنبل سے جو توثیق کسی دوسرے شاگرد نے نقل کی

ہوتو وہ امام عبداللہ بن احمد بن حنبل بھی نقل کریں۔ اور یہ بھی کوئی اصول نہیں کہ جس قول کو امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نہ نقل کریں تو وہ قبول نہیں ہونگے۔ اس لیے ایسے بچکانہ اعتراضات نہ کریں تو بہتر ہوگا۔

امام احمد سے منکر الحدیث کے الفاظ کو اگر بالفرض ثابت بھی مان لیا جائے تو امام احمد بن حنبل کا کسی راوی کو منکر الحدیث کہنا جرح ہی نہیں ہوتی۔ اس لیے موصوف کی یہ بات بھی اصول سے غلط اور مردود ثابت ہوئی۔

امام ابن معین کے قول کی تحقیق:

موصوف سنابلی صاحب انوار التوضیح ص 202 پر لکھتے ہیں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ابن معین نے انہیں "ثقة حجة" کہا ہے۔

عرض ہے کہ ابن معین سے یہ قول ثابت ہی نہیں یہ قول الکمال للمقدسی (ج 9 ص 405) میں بے سند و بے حوالہ مذکور ہے اور وہی سے دیگر کتب والوں نے بھی نقل کیا مثلاً (تہذیب الکمال للمزی 32 : /173) وغیرہ۔

جواب:

گذارش ہے کہ موصوف سنابلی صاحب کی دوغلی پالیسی ملاحظہ کریں کہ اپنی کتاب انوار التوضیح ص 199 پر مسلکی حمایت میں امام ابن معین کا ہی بغیر سند کے قول کو معتبر مان لیا۔ موصوف لکھتے ہیں۔

"اس کے ساتھ ساتھ حافظ حجر رحمہ اللہ نے امام یحیی بن سعید رحمہ اللہ سے یہ بھی نقل کیا:

قال بن معين قال لى يحيى لم أر شيخا يشبهه فى الثقة

(تہذیب التہذیب لابن حجر 31/35)

یہ اقوال تہذیب الکمال میں بھی منقول ہیں۔"

مذکورہ بالا حوالہ سے معلوم ہوا کہ موصوف سنابلی صاحب اپنے مسلکی حمایت والی دلیل کو بغیر سند بھی

قبول کیا اور مسلکی حمایت کے خلاف کوئی قول آیا تو اس کو ماننے سے انکار کر دیا اور سند کا مطالبہ کیا۔ شاید موصوف کو یہ معلوم نہیں کہ خود اپنی متعدد کتابوں میں تہذیب الکمال میں بغیر سند کے اقوال کو وہ محمول علی الاتصال سمجھتے ہیں۔ اس لیے امام ابن معین کا ثقہ حجۃ کہنے کے بارے میں سند کا کہنا بلکل غلط اور مردود ہے۔ جبکہ ابن معین کی توثیق ثقہ حجۃ کے الفاظ الکمال للقدسی (ج 9 ص 405) ،تہذیب الکمال تہذیب الکمال 32/ 172، اور فتح الباری 1/ 453، التکمیل فی الجرح والتعدیل 2/ 347 میں نقل کیے گئے ہیں۔ اس لیے موصوف کا اعتراض باطل و مردود ہے۔

اعتراض:

موصوف کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار التوضیح ص 202 پر لکھتے ہیں۔

عرض ہے کہ ابن معین رحمہ اللہ سے جو توثیق ثابت ہے وہ محض لفظ "ثقہ" سے ثابت ہے، چنانچہ:

امام ابن بن طہمان البادی رحمہ اللہ (المتوفی 284) نے ابن معین سے نقل کیا۔

ثقة، یہ ثقہ ہیں۔ (سوالات البادی عن ابن معین : ص 97)

امام اسحاق بن منصور رحمہ اللہ (المتوفی 251) نے کہا:

ثقة، یہ ثقہ ہیں۔ (الجرح والتعدیل لابن أبي حاتم، ت المعلمی 9/ 274 واسنادہ صحیح)

امام ابن معین کے یہ دو تلامذہ متفق اللسان ہو کر ابن خصیفہ کے بارے میں ابن معین سے صرف لفظ "ثقہ" نقل کر رہے ہیں۔ لیکن ان دونوں کے برعکس أحمد بن سعد بن أبي مریم رحمہ اللہ (المتوفی 253) تنہا ہی ہیں جو الگ الفاظ میں "ثقة، حجة "نقل کر رہے ہیں۔

ظاہر ہے جب ایک صیغہ صحیح سند سے ثابت ہے تو اس سے مختلف ایسا صیغہ کیسے قبول کر لیا جائے جس کی کوئی سند ہی نہ ہو۔

بلکہ اگر أحمد بن سعد بن أبي مریم کی یہ روایت صحیح سند سے ثابت بھی ہوتی تو بھی مردود ہوتی۔ کیونکہ ابن معین سے توثیق نقل کرتے ہوئے ان کی یہ عادت ہے کہ وہ ابن معین سے عموماً "ثقہ، حجۃ" ہی کے الفاظ میں توثیق نقل کرتے ہیں۔ یعنی "حجۃ" کا لفظ امام ابن معین کا نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ

یہ خود روایت بالمعنیٰ کرتے ہوئے اپنی طرف سے یہ لفظ بڑھا دیتے ہیں۔

جواب:

گذارش ہے کہ یہ بات تو ثابت ہوئی کہ ابن معین سے توثیق ہی منقول ہے۔ اگر کسی شاگرد سے تضعیف بھی منقول ہوتی تو پھر شاید کفایت اللہ سنابلی صاحب کی بات کی کوئی وقعت بھی ہوتی مگر اس مقام پر تو سارے شاگرد کم ازکم ثقاہت پر تو متفق ہیں۔

[۱] مزید یہ کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب یہ خود ساختہ اصول اپنے پاس ہی سنبھال کر رکھیں کہ ایک ابن معین سے کوئی بھی توثیق منقول ہو تو سارے شاگردوں کو متفق اللسان ہو کر ایک ہی صیغہ استعمال کرنا چاہیے۔

موصوف کی ان بچکانہ باتوں پر تو ہنسی آتی ہے، کہ موصوف ایک غلط بات کس طرح سنجیدگی سے کر جاتے ہیں۔

[۲] ابن معین سے مروی ان کے شاگردوں کی کتابوں کا مطالعہ اگر کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ متعدد بار ابن معین کی ایک ہی راوی کے بارے میں مختلف رائے ہوتی ہے، کبھی وہ ضعف کا قول کرتے ہیں، کبھی وہ نسبتی ضعف کا قول کرتے ہیں، کبھی وہ نسبتی توثیق کرتے ہیں اور کبھی وہ مطلقا توثیق کرتے ہیں۔ اور تمام شاگردان کے اس مختلف اقوال کو ایک ہی راوی کے بارے میں متفق اللسان ہو کر بیان نہیں کرتے۔ ایک شاگرد کبھی تضعیف نقل کرتا ہے اور دوسرا توثیق۔ کبھی ایک شاگرد صرف توثیق نقل کرتا ہے اور دوسرا شاگرد اس راوی کے بارے میں اعلیٰ درجہ کی توثیق نقل کرتا ہے۔

اس لیے کفایت اللہ سنابلی صاحب کے اس بچکانہ تحریر پر تو ان کے اپنے لوگ جو علم اسماء الرجال سے بلد ہوں وہ متفق نہ ہونگے۔ موصوف ان کو ہمارے سامنے پیش کرنے چلے ہیں۔ تحقیق کے میدان میں ایسے اعتراضات باطل و مردود ہوتے ہیں۔

[۳] مزید یہ کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب کا یہ اعتراض کہ " امام ابن معین کے شاگرد احمد بن

سعد بن أبي مریم خود روایت بالمعنی کرتے ہوئے اپنی طرف سے یہ لفظ بڑھا دیتے ہیں" بھی بدیانتی ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ راوی خود رویت بالمعنی کر کے اپنی طرف سے بڑھا دیتا ہے تو ابن معین کے قول کے معنی کفایت اللہ سنابلی صاحب کو بہتر معلوم ہونگے یا ابن معین کے شاگرد أحمد بن سعد بن أبي مریم کو؟

مذکورہ بالا تحقیق سے یہ تو معلوم ہوا کہ ابن معین کی ثقاہت دیانتداری کے متعلق بھی ہے اور حفظ کے متعلق بھی۔ امام ابن معین کا یزید بن خصیفہ کو دیانتداری اور حفظ میں ثقہ کہنا ثابت ہوا۔ مزید یہ کہ اگر ابن معین کی توثیق میں صرف ثقہ کو مان لیا جائے اور" حجۃ" کے الفاظ کو ان کے شاگرد أحمد بن سعد بن أبي مریم کا اضافہ بھی بالفرض تسلیم کر لیا جائے تو اس بات سے بھی دو امور ثابت ہوتے ہیں اور اس سے کفایت اللہ سنابلی صاحب کا اپنا ہی رد ہوتا ہے۔

اول: امام ابن معین کے شاگرد أحمد بن سعد بن أبي مریم نے اپنے استاد کے قول ثقہ کی وضاحت کر دی کہ اس سے مراد عدالت اور ضبط کی توثیق ہے۔

دوم : أحمد بن سعد بن أبي مریم کے نزدیک یزید بن خصیفہ کے متعلق حجۃ کے الفاظ اگر زیادتی مان بھی لی جائے تو یہ ثابت ہوا کہ أحمد بن سعد بن أبي مریم جو خود بھی محدث ہیں ان کے نزدیک یزید بن خصیفہ بھی حجۃ ہیں۔ اس طرح یزید بن خصیفہ دیگر محدثین کرام کے طرح أحمد بن سعد بن أبي مریم کے نزدیک بھی ثقہ ہونے کے ساتھ حجۃ بھی ثابت ہوئے۔

اس طرح کفایت اللہ سنابلی صاحب کے پیش کردہ تمام اعتراضات باطل اور مردود ثابت ہوئے۔

ابن عبدالبر کے قول پر تحقیق:

غالی غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار التحقیق ص 216 پر لکھتے ہیں۔

حافظ المغرب امام ابوعمر بن عبدالبر (المتوفی 463) فرماتے ہیں :

وكان ثقة مأمونا (ابن خصیفہ ثقہ وماموں ہیں۔ (التمہید لابن عبدالبر 23 : /25)

عرض ہے کہ یہاں موازنہ حفظ وضبط کے لحاظ سے ہے اس میں کون اعلی اور ادنی ہے، اور

مامون کے لفظ سے دیانت وغیرہ کی گواہی دی جاتی ہے نہ کہ ضبط کی چنانچہ:

امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی 261) نے کہا:

حدثنا نصر بن علی الجهضمی حدثنا الأصمعی عن ابن أبی الزناد عن أبیه قال أدرکت بالمدینة مائة کلهم مأمون ما یؤخذ عنهم الحدیث یقال لیس من أهله.

(صحیح مسلم، مقدمہ 1 : 12/ واسنادہ صحیح)

یعنی امام ابو الزناد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے مدینہ میں سیکڑوں لوگوں کو پایا جو "مامون" تھے لیکن ان سے حدیث کی روایت نہیں کی جاتی تھی کیونکہ بقول اہل علم وہ اس کے قابل نہ تھے۔

اب اگر امام ابن عبد البر نے ثقہ کے ساتھ انہیں مامون کہہ دیا تو یہ صرف دیانت کی بیان ہے بھلا اس سے حفظ وضبط کا پلڑا کیسے بھاری کیا جا سکتا ہے۔

جواب:

گذارش ہے کہ موصوف سنابلی صاحب نے جو مامون کے بارے میں یہ کہا کہ محدثین کرام مامون کو دیانتداری پر محمول کرتے اور مقدمہ صحیح مسلم سے ابو الزناد سے یہ نقل کیا ہے کہ بہت سارے لوگ مامون تھے مگر ان سے روایت نہیں لی جاتی تھی، اس مقام پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ حافظ ابن عبد البر نے یزید بن خصیفہ کو صرف مامون نہیں کہا، بلکہ ثقہ مامون محدثا کہا جو کہ تعدیل کے اعلی مراتب میں شمار ہوتا ہے۔ اور جو صیغہ توثیق مرکب میں استعمال ہو وہ تعدیل کا اعلی مرتبہ ہوتا ہے۔

اگر ابن عبد البر نے مفرد صیغہ سے تعدیل کی ہوتی تو پھر بھی سنابلی صاحب کے اس اعتراض کا کوئی معنی ہوتا مگر جب مرکب صیغے ثقہ مامون محدثا سے تعدیل کی ہے تو اس مقام پر موصوف سنابلی صاحب کا اعتراض فضول و باطل ہے۔

مزید یہ کہ حفظ وضبط کے تقابل میں بھی یزید بن خصیفہ کو فوقیت اور برتری حاصل ہوگی کیونکہ یزید بن خصیفہ کی بیان کردہ 21 رکعت تقریبا تمام شاگردنے بیان کی ہے اور پھر محمد یوسف نے بالجزم اور قطعیت کے ساتھ خود اقرار کیا ہے کہ حضرت سائب رضی اللہ عنہ سے 21 رکعت والی روایت یزید بن خصیفہ نے سنی۔

موصوف کفایت اللہ سنابلی صاحب شاید اس بات کو نظر انداز کرنا چاہتے ہیں کہ اول تو یزید بن خصیفہ پر کسی طرح کی جرح ثابت نہیں اور مزید ان کی متابعت محمد بن یوسف نے بھی کررکھی ہے۔اس لیے غالی غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کا یزید بن خصیفہ کی روایت کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح بخاری والی روایت کے خلاف بتانا بھی غلط اور باطل ہے۔اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب کے تمام اعتراضات فضول و باطل ہیں۔

حضرت سائب رضی اللہ عنہ سے مروی چوتھی روایت

امام بیہقی اپنی سند سے روایت بیان کرتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ الْفَقِيهُ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو عُثْمَانَ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ خُصَيْفَةَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنَّا نَقُومُ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرِ.

(معرفۃ السنن بیہقی 4/42رقم 5409)

مفہوم: حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمرؓ کے زمانے میں (رمضان المبارک میں) باجماعت بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

سند کی تحقیق

مذکورہ روایت کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

راوی	حکم	حوالہ
ابوطاہر الفقیہ	ثقہ	الارشاد للخلیلی 3/862
ابوعثمان البصری	اسنادہ صحیح	معرفۃ السنن والاثار 3/15
محمد بن عبدالوہاب الفراء	ثقہ	تقریب التہذیب 6104
خالد بن مخلد	صدوق یتشیع	تقریب التہذیب 1677
محمد بن جعفر بن ابی کثیر	ثقہ	تقریب التہذیب 5784
یزید بن عبداللہ بن خصیفہ	ثقہ	الکاشف 6326
حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ	صحابی	سیر أعلام النبلاء 3/437

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس سند کی تمام راوی ثقہ یا صدوق ہیں۔

اس روایت کو تو غیر مقلدین کے ذہبی العصر عبدالرحمن معلمی صاحب بھی اپنی کتاب قیام رمضان ص 57 پر صحیح قرار دیتے ہیں۔

اس روایت میں بیس رکعت تراویح کے بعد وتر کا ذکر ہے مگر اس کی تعداد کا تعین مبہم ہے، وتر کے تعداد پر وضاحت ایک دوسری روایت سے ہوتی ہے جس سے وتر کے تعداد کا تعین بھی واضح ہوتا ہے۔

محدث عبدالرزاق روایت بیان کرتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى أَنَّ يَزِيدَ بْنَ خُصَيْفَةَ، أَخْبَرَهُمْ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عُمَرَ قَالَ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَتَمِيمٍ الدَّارِيِّ فَكَانَ أُبَيٌّ يُوتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ.

(مصنف عبدالرزاق 7727)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت تمیم الداری رضی اللہ کو تراویح کی امامت کے لیے لوگوں کو جمع کیا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ 3 رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

اس تحقیق سے 3 رکعات وتر کا بھی ثبوت واضح ہوا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں 20 رکعت تراویح

امام بیہقی 20 رکعت تراویح کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور کی روایت بیان کرتے ہیں۔

وَقَدْ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ فَنْجُوَيْهِ الدِّينَوَرِيُّ بِالدَّامِغَانِ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ السُّنِّيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً - قَالَ - وَكَانُوا يَقْرَءُونَ بِالْمِئِينِ، وَكَانُوا يَتَوَكَّئُونَ عَلَى عُصِيِّهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ.

مفهوم: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں صحابہ کرام 20 رکعت تراویح کے لیے قیام کرتے تھے، اور امام تراویح میں سو سو آیات پڑھتے تھے۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قیام اتنا زیادہ ہوتا کہ لوگ لاٹھیوں سے سہارا لیتے۔

(السنن الکبری 2/496، رقم الحدیث 4801)

نوٹ:

مذکورہ روایت سے واضح معلوم ہوا کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے 20 رکعت تراویح کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں پڑھنے کے ساتھ ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور کا ذکر کیا، اور اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں 20 رکعت کے علاوہ تراویح پڑھی جاتی تو اس کو بھی

بیان کرتے۔اس لیے اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی 20 رکعت تراویح پڑھی جاتی تھی۔

سند کی تحقیق

مذکورہ بالا روایت کی سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

ابن فنجویہ	امام محدث المفید	سیر اعلام النبلاء، 116/13
احمد بن محمد السنی	ثقه	سیر اعلام النبلاء، 291/12
عبداللہ بن محمد البغوی	امام الحجة	سیر اعلام النبلاء، 440/14
علی بن الجعد	ثبت لكنه فيه بدعة	الرواة الثقات المتکلم 60
مذکورہ روایت میں کسی بدعتی مذہب کی تقویت نہیں اس لیے قابل حجت ہے۔		
ابن ابی ذہب	ثقه فقيه	تقریب التہذیب رقم 6082
یزید بن عبداللہ بن خصیفہ	ثقه	الکاشف: رقم 6326
حضرت سائب بن یزید	صحابی	سیر أعلام النبلاء، 3/ 437

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کی روایات

محدث ابن عساکر اپنی سند سے نقل کرتے ہیں۔

أخبرنا أبو غالب بن البنا أنا أبو محمد الجوهري أنا أبو عبد الله الحسين بن عمر بن عمران بن حبيش الضراب نا حامد بن محمد بن شعيب البلخي نا سريج بن يونس نا هشيم أنا يونس بن عبيد قال: شهدت وقعة ابن الأشعث وهم يصلون في شهر رمضان وكان عبد الرحمن بن أبي بكرة صاحب رسول الله (صلى الله عليه وسلم) وسعيد بن أبي الحسن وعمران العبدي فكانوا يصلون بهم عشرين ركعة ولا يقنتون إلا في النصف الثاني وكانوا يختمون القرآن مرتين۔

(تاریخ دمشق 13/36)

ترجمہ: یونس بن عبید البصری فرماتے ہیں کہ میں نے اشعث کے فتنہ سے پہلے ماہ رمضان میں لوگوں کو دیکھا، انہیں صحابی رسول عبدالرحمان بن ابی بکرۃ الثقفی رضی اللہ عنہ ،تابعی سعید بن ابی الحسن البصری اور مروان العبدی امامت کراتے تھے اور لوگوں کو 20 رکعات پڑھاتے تھے مگر نصف رمضان کے بعد ہی وتر پڑھتے تھے اور رمضان میں دو مرتبہ قران ختم کرتے تھے۔

امام مروزی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جب آخری عشرہ آتا تھا تو چار رکعات مزید اضافہ کرلیتے۔

سند کی تحقیق

مذکورہ روایت کے راویوں کی مختصر توثیق پیش خدمت ہے۔

ابو محمد الحسن بن علی الجوہری	صدوق	سیر الاعلام النبلاء، 18/68
الحسین بن عمر بن عمران	ثقہ	تاریخ بغداد 8/81
حامد بن محمد بن شعیب	ثقہ	سیر الاعلام النبلاء، 14/291
سریج بن یونس	ثقہ عابد	تقریب التہذیب، رقم 2219
ہشیم بن بشیر	ثقہ	الکاشف 5979
یونس بن عبید	ثقہ	تقریب التہذیب 7909
عبدالرحمان بن ابی بکرۃ رضی اللہ	ثقہ	تقریب التہذیب 3816

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ یا ثبت ہیں۔

اعتراض:

کفایت اللہ سنابلی صاحب انوار التوضیح ص 368 پر لکھتے ہیں۔

عرض ہے کہ یہ متابعت بجائے خود مختلف المتن ہے اس لئے کہ یہ جس طریق سے منقول ہے عین اسی طریق اسی روایت کو امام ابن الجوزی نے نقل کیا تو یہ متن نہ بیان کرکے حسن بصری کی روایت والا متن بیان کیا چنانچہ التحقیق لابن الجوزی میں عین اسی طریق کے ساتھ یہ رویت یوں ہے:

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ (المتوفی 597) نے کہا:

أخبرنا به أبو المعمر أنبأنا محمد بن مرزوق أنبأنا أبو بكر أحمد بن علی أنبأنا أبو محمد الجوهری ح و أنبأنا محمد بن عبد الملك عن الجوهری: أنبأنا الحسين بن عمر الضراب حدثنا حامد بن محمد بن شعيب حدثنا سريج بن يونس حدثنا هشيم أنبأنا يونس عن الحسن أن عمر

بن الخطاب جمع الناس علی أبی بن کعب فکان یصلی بهم عشرین لیلة
من الشهر ولا یقنت بهم إلا فی النصف الثانی فإذا کان العشر
الأواخر تخلف فصلی فی بیته

(التحقیق فی أحادیث الخلاف لابن الجوزی 1 : / 459 رجالہ ثقات)

معلوم ہوا کہ اس طریق کے متن میں بھی وہی اختلاف ہے۔۔۔۔ زیر بحث روایت کا متن صحیح طور سے ضبط نہیں کیا جاسکا ہے اور اس میں کسی دوسری روایت کے متن کی بھی آمیزش ہوگئی ہے ہے، یاد رہے کہ یہ طریق صرف انہیں روایات میں معروف ہے اور اس سے دیگر دیگر روایات منقول نہیں ہوئی ہیں لہٰذا تعدد متن اور تعدد روایت کی کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ لازمی بات یہی ہے کہ اس طریق سے نقل ہوتا متن ایک ہی ہے،اور ہماری نظر میں راجح بات یہ ہے کہ یہ متن حسن بصری والی روایت ہی کی متن ہے اور وجہ ترجیح وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی ہے۔

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ شجاع بن مخلد کے طریق سے اصل روایت وہی ہے جو ابوداؤد میں ہے یعنی حسن بصری کی روایت ہے اور یہ روایت ضعیف ہے نیز اس میں عشرین رکعہ کے بجائے عشرین لیلہ ہے۔

جواب:

گذارش ہے کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب کا تفصیلی جواب من وعن اس لیے نقل نہیں کیا کہ جناب کے اعتراضات کوئی دلائل سے بھرپور ہیں۔ان کو نقل کرنے کا مقصد عوام الناس پر ان کی عیاری و مکاری ظاہر کرنا ہے کہ کس طرح سے موصوف سنابلی اپنے مسلک کی حمایت میں کون سی دلیل کس دلیل کے ساتھ ملا کر نام نہاد غلطی ظاہر کرکے ایک صحیح حدیث کو ضعیف بنانے کی ناکام کوشش کررہا ہے۔

ایک طالبعلم کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ ایک ہی سند سے راوی مختلف روایات اور متون بیان کرتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ سند ایک ہو تو متن بھی ہمیشہ ایک جیسا ہی ہوگا۔

قارئین کرام اگر بغور مطالعہ کریں تو محدث ابن عساکر کی تاریخ دمشق اور ابن الجوزی کی التحقیق فی احادیث کی روایات کی اسانید اور متون دونوں میں فرق ہے ان کو ایک کہنا باطل اور مردود ہے۔

اول:

تاریخ دمشق 13/36 کی سند ملاحظہ کریں۔

هشيم أنا يونس بن عبيد قال شهدت وقعة ابن الأشعث....

اور التحقیق فی احادیث 1/ 459 کی سند ملاحظہ کریں۔

هشيم أنبأنا يونس عن الحسن أن عمر بن الخطاب جمع الناس على أبي بن كعب...

تاریخ دمشق میں راوی یونس بن عبید واقعہ الاشعث بیان کر رہے ہیں۔ اور التحقیق فی احادیث میں راوی یونس بن عبید اپنے شیخ امام حسن بصری سے روایت کر رہے ہیں اور وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ کے دور کا واقعہ بیان کر رہے ہیں۔

دوم:

تاریخ دمشق 13/36 میں شهدت وقعة ابن الأشعث وهم يصلون في شهر رمضان یعنی اشعث کے فتنہ سے پہلے ماہ رمضان کا تذکرہ ہے۔ یہ واقعہ الاشعث حجاج بن یوسف اور عبدالرحمن بن الاشعث کے درمیان 82ھ میں پیش آیا۔ جبکہ ابن الجوزی کی کتاب التحقیق فی احادث الخلاف 1/ 459 میں أن عمر بن الخطاب جمع الناس على أبي بن كعب یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگ پر حضرت ابی بن کعب کی امامت میں جمع کیا۔

موصوف سنابلی کو اگر یہ نہیں معلوم کہ تاریخ دمشق کی روایت میں اشعث کا واقعہ حجاج بن یوسف کے دور کا ہے جو کہ ابن الجوزی کی روایت جس میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور کا ہے

تو اس سے تو ان کی جہالت لازم آئی اور اگر یہ فرق معلوم ہے تو پھر ان دونوں روایات کو ایک قرار دیا ہے تو یہ عوام الناس کو دھوکا دینے کے مترادف ہے۔

سوم: ابن الجوزی کا کتابوں کی مراجعت نہ کرنا

قارئین کرام کے سامنے یہ حقیقت بھی واضح کر دیتے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات کے نزدیک بھی ابن الجوزی اپنی تحریر میں نقل کرنے میں وہم کا شکار ہو جاتے تھے۔

غالی غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کے لیے ان کے ہی مسلک کے غالی غیر مقلدین کے حوالہ جات الزامی طور پر پیش خدمت ہیں۔

موصوف سنابلی صاحب کے ذہبی العصر عبدالرحمن معلمی الیمنی اپنی کتاب التنکیل میں ابن الجوزی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"لانہ کثیر الاوھام"۔ (التنکیل 1/221)

ترجمہ: ابن الجوزی کثرت سے وہم کا شکار ہونے والے ہیں۔

غالی غیر مقلد زبیر علی زئی لکھتا ہے۔

"حافظ ابن الجوزی کے اوہام واخطا کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انہیں اپنی کتابوں کی مراجعت کا موقع نہ ملا"۔ (الحدیث ش 53 ص 44)

ان مذکورہ حوالہ جات سے ابن الجوزی کا اپنی تحریر میں وہم ہونا الزامی طور پر ثابت ہوا۔

ابن الجوزی کا نقل میں اغلاط اور وہم کا تذکرہ محدث موفق الدین اور علامہ ذہبی نے بھی کیا ہے۔ علامہ ذہبی اپنی کتاب سیر الاعلام النبلاء میں محدث موفق الدین کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

قَالَ: وَكَانَ كَثِيْرَ الغَلَطِ فِيمَا يُصنفه. فَإِنَّهُ كَانَ يَفرغ مِنَ الكِتَاب وَلاَ يَعتبره.

اور یہ اپنی تصانیف کے حوالے سے بہت زیادہ غلطیاں کرتے تھے اور کتاب سے فارغ ہوتے اور اعتبار نہ کرتے۔ (سیر أعلام النبلاء 2/378)

اس حوالہ کے بعد علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

قُلْتُ: هٰكَذَا هُوَ لَهُ أَوهَامٌ وَأَلْوَانٌ مِنْ تَرْكِ المُرَاجَعَةِ. وَأَخْذَ العِلْمِ مِنْ صُحُفٍ. وَصَنَّفَ شَيْئاً لَوْ عَاشَ عُمراً ثَانِياً. لَمَا لَحِقَ أَنْ يُحَرِّرَهُ وَيُتْقِنَهُ.

(میں ذھبی کہتا ہوں): ابن جوزی کے بہت سارے اوہام اور طریقہ کار ہیں کہ یہ اپنی تحریر کی مراجعت نہیں کرتے تھے اور انہوں نے علم کو کتابوں سے لیا اور بہت ساری چیزیں تصنیف کی اور اگر انکو دوبارہ زندگی ملتی تو وہ دوبارہ ایسی تحریر نقل نہ کرتے اور اتقان کو ضبط کرتے۔ (سیر أعلام النبلاء 2/378)

علامہ ذہبی کے کلام سے واضح ہوا کہ ابن الجوزی نقل کرنے میں وہم کا شکار ہوتے تھے اور متون میں متعدد بار اغلاط بھی ہوتیں تھیں، اس لیے محدث ابن عساکر کی نقل پر اعتماد ہوگا اور ابن الجوزی کے مقابلہ میں نقل قابل حجت نہ ہوگی۔ اور یہ تحقیق واضح کر دی گئی ہے کہ تاریخ دمشق کا واقعہ الگ ہے اور ابن الجوزی کی کتاب التحقیق میں نقل کردہ روایت کی سند اور متن ہی الگ صحابہ اور مختلف واقعہ ہے اس لیے جناب کفایت اللہ سنابلی صاحب کا یہ اعتراض بھی باطل اور مردود ثابت ہوا۔

دوسری سند:

اس روایت کو محدث ابن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ بھی روایت کیا ہے۔

حَدَّثَنَا شُجَاعٌ. ثنا هُشَيْمٌ. أنبا يُونُسُ، قَالَ: شَهِدْتُ النَّاسَ قَبْلَ وَقْعَةِ ابْنِ الْأَشْعَثِ وَهُمْ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ. فَكَانَ يَؤُمُّهُمْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ صَاحِبُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَسَعِيدُ بْنُ أَبِي الْحَسَنِ. وَمَرْوَانُ الْعَبْدِيُّ. فَكَانُوا يُصَلُّونَ بِهِمْ عِشْرِينَ رَكْعَةً. وَلَا يَقْنُتُونَ إِلَّا فِي النِّصْفِ الثَّانِي. وَكَانُوا يَخْتِمُونَ الْقُرْآنَ مَرَّتَيْنِ.

(فضائل رمضان لابن أبي الدنيا 1 / 80 رقم 50)

مفہوم: یونس بن عبید البصری فرماتے ہیں کہ میں نے اشعث کے فتنہ سے پہلے ماہ رمضان میں لوگوں کو دیکھا، انہیں صحابی رسول عبد الرحمان بن ابی بکرۃ الثقفی رضی اللہ عنہ. تابعی سعید بن ابی الحسن البصری اور مروان العبدی امامت

کراتے تھے اور لوگوں کو 20 رکعات پڑھاتے تھے مگر نصف رمضان کے بعد ہی وتر پڑھتے تھے اور رمضان میں دو مرتبہ قرآن ختم کرتے تھے۔

نوٹ:

ابن ابی الدنیا کی سند بالکل صحیح اور ثابت ہے۔ مخطوط میں عبدالرحمن بن ابی بکرۃ کی جگہ عبدالرحمن بن ابی بکر کاتب کا تسامح ہے۔ کیونکہ یونس بن عبید کے اساتذہ میں عبدالرحمن بن ابی بکرہ الثقفی ہی محفوظ ہے۔ محدث ابن عساکر نے اس کو اپنی سند سے بالکل صحیح نقل کیا ہے۔

اعتراض:

کفایت اللہ سنابلی صاحب انوار التوضیح ص 366 پر لکھتے ہیں۔

اولا: ہماری نظر میں یہ روایت ضعیف ہے اور اس کی سند کے ساتھ مذکورہ متن کا الحاق کسی راوی کا وہم ہے اس کی دلیل یہ ہے عین اسی طریق سے دیگر اوثق لوگوں نے روایت کیا تو اس میں دیگر متن کا ذکر ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے اس طریق پر غور کریں جو یوں ہے:

حدثنا شجاع، ثنا هشيم، أنبا يونس بن عبيد قال ......

اور عین اسی طریق سے اس روایت کو امام ابوداود جیسے ثقہ وثبت نے روایت کیا تو اس میں اسی طریق سے حسن بصری کی روایت یوں منقول ہے:

امام ابوداود رحمہ اللہ (المتوفی 275) نے کہا:

حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، «فَكَانَ يُصَلِّي لَهُمْ عِشْرِينَ لَيْلَةً وَلَا يَقْنُتُ بِهِمْ إِلَّا فِي النِّصْفِ الْبَاقِي فَإِذَا كَانَتِ الْعَشْرُ الْأَوَاخِرُ تَخَلَّفَ فَصَلَّى فِي بَيْتِهِ، فَكَانُوا يَقُولُونَ أَبَقَ أُبَيٌّ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الَّذِي ذُكِرَ فِي الْقُنُوتِ لَيْسَ بِشَيْءٍ. وَهَذَانِ الْحَدِيثَانِ يَدُلَّانِ عَلَى ضَعْفِ حَدِيثِ أُبَيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَنَتَ فِي الْوِتْرِ. (سنن أبي داود 1/ 454رقم 1429)

ظن غالب یہی ہے کہ اس طریق کے ساتھ ابو داود رضی اللہ عنہ کی روایت ہی درست ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ عین اسی طریق سے امام ابن ابی الدنیا نے دوسرے مقام یوں نقل کیا:

حدثنا شجاع بن مخلد، قال ثنا هشيم. قال منصور: أنبا الحسن، قال كانوا يصلون عشرين ركعة. فإذا كانت العشر الأواخر زاد ترويحة شفعين. (فضائل رمضان ص 56)

یہ روایت بھی شجاع ہی کے طریق سے ہے، صرف ھشیم کے استاذ کی جگہ یونس کے بجائے منصور کا ذکر ہے، غور کریں کہ مذکورہ طریق ہی سے یہ روایت بھی حسن بصری سے منقول ہے نیز اس روایت کے اخیر میں یہ صراحت ہے کہ:

فإذا كانت العشر الأواخر زاد ترويحة شفعين

یہ بالکل وہی الفاظ ہیں جو زیر بحث روایت میں بھی منقول ہیں جیسا کہ امام مروزی کے حوالہ سے شروع میں ہی درج کیا گیا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فی الحقیقت زیر بحث روایت حسن بصری والی ہی روایت ہے جس میں کسی راوی کے وہم سے دوسری غیر معلوم السند روایت بھی ضم ہو گی ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مذکورہ سند گرچہ بظاہر صحیح معلوم ہوتی ہے مگر اس میں مخفی علت یہ ہے کہ اس کے متن میں راوی کے وہم کی وجہ سے دوسری روایت ضم ہو گئی ہے جس کی اصل سند نامعلوم ہے، اور اس روایت کے ساتھ جو سند ہے وہ حسن بصری کی روایت والی سند ہے جو کی منقطع ہے لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

جواب:

گذارش ہے کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب کا تفصیلی جواب من وعن اس لیے نقل نہیں کیا کہ جناب کے اعتراضات کوئی دلائل سے بھرپور ہیں۔ ان کو نقل کرنے کا مقصد عوام الناس پر ان کی

عیاری ومکاری ظاہر کرتا ہے کہ کس طرح سے موصوف سنابلی اپنے مسلک کی حمایت میں کون سی دلیل کس دلیل کے ساتھ ملا کر نام نہاد غلطی ظاہر کر کے ایک صحیح روایت کا انکار کیا۔گذشتہ اعتراض کی طرح کفایت اللہ سنابلی صاحب نے وہی چالاکی اور مکاری دکھائی کہ دو مختلف صحابہ کرام کی مرویات اور دو مختلف واقعات کو ایک ہی پیش کرنے کی مذموم کوشش کی۔

اس بات کی تفصیل پچھلے اعتراض کے جواب میں بیان کی گئی ہے کہ یونس بن عبید نے جو روایت حضرت عبد الرحمن ابن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ کے پیش کی وہ الگ ہے اور یہ واقعہ الاشعث سے کچھ عرصہ قبل کا ہے۔

اسی طرح امام ابو دواد نے جو روایت بیان کی وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی امامت کے حکم کے بارے میں ہے۔اس لیے دو مختلف اسانید اور دو مختلف اوقات کی روایات کو ایک بتانا اس بات کی دلیل ہے کہ موصوف کے پاس اس روایت کا کوئی جواب ہی نہیں ہے۔یہ دلیل موصوف سنابلی صاحب کے مسلک کے خلاف ہے اس لیے جناب ایسی ایسی باتیں اور استدلال کر رہے ہیں جن کی علمی میدان میں کوئی حیثیت ہی نہیں۔بلکہ حقیقت کا بھی اس سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے۔

موصوف نے ایک علت خفی کا الزام ایک نامعلوم راوی پر لگا دیا کہ اس نامعلوم راوی کے وہم کی وجہ سے دوسری حدیث کا متن اس حدیث کے متن میں ضم ہوگیا۔ایسی باتیں اگر کوئی جاہل یا علم سے نابلد شخص کرتا تو پھر بھی کوئی بات تھی مگر موصوف تو اپنے حلقہ احباب میں اسماء الرجال کے ماہر مانے جاتے ہیں۔ان سے ایسی دلیل کا صادر ہونا بہت ہی عجیب ہے۔ابن الدنیا کی پیش کردہ روایت کے سارے راوی ثقہ یا ثبت ہیں اور کسی کے حافظہ پر کوئی اعتراض بھی نہیں ہے۔اس لیے ایسے خام خیالی والے اعتراض اپنے پاس ہی رکھیں۔علمی میدان میں دلائل و استنباط کی اہمیت ہوتی ہے کسی کے خیال و وہم کا اعتبار ہرگز نہیں ہوتا۔

اعتراض:

کفایت اللہ سنابلی صاحب انوار التوضیح ص 371 پر لکھتے ہیں۔

ثانیاً: یاد رہے کہ اگر اس روایت کو ثابت بھی مان لیں تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عبدالرحمان بن ابی بکر بیس رکعات سنت سمجھ کر پڑھ رہے تھے کیونکہ روایت میں ایسی کوئی صراحت نہیں ہے بلکہ امام مروزی کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ سنت نہیں بلکہ مطلق نفل ہی کی نیت سے بیس رکعات پڑھتے تھے چنانچہ:

امام مروزی رحمہ اللہ (المتوفی 294) نے کہا:

يُونُسُ رَحِمَهُ اللَّهُ» :أَدْرَكْتُ مَسْجِدَ الْجَامِعَ قَبْلَ فِتْنَةِ ابْنِ الْأَشْعَثِ يُصَلِّي بِهِمْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَسَعِيدُ بْنُ أَبِي الْحَسَنِ ،وَعِمْرَانُ الْعَبْدِيُّ كَانُوا يُصَلُّونَ خَمْسَ تَرَاوِيحَ ،فَإِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ زَادُوا وَاحِدَةً ، وَيَقْنُتُونَ فِي النِّصْفِ الْآخِرِ ،وَيَخْتِمُونَ الْقُرْآنَ مَرَّتَيْنِ.

(قیام رمضان لمحمد بن نصر المروزی ص 222 :)

اس روایت میں ہے کہ فَإِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ زَادُوا وَاحِدَةً ہے یعنی آخری عشرہ میں ایک ترویح کا اور اضافہ کر لیتے تھے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ لوگ نفل سمجھ کر ہی پڑھتے تھے لہٰذا اگر اس روایت کو ثابت بھی مان لیا جائے تو اس سے بلا تعیین آٹھ رکعات سے زائد تراویح پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔

جواب:

گذارش ہے کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب نے قیام رمضان محمد بن نصر المروزی ص 222 سے جو استدلال کرنے کی کوشش کی ہے وہ بالکل غلط اور باطل ہے اور وہ اس لیے کہ تاریخ دمشق 13 / 36 اور فضائل رمضان 1 / 80 سے جو روایت پیش کی گئی ہے اس کی سند بالکل صحیح اور ثابت ہے اور اس ثابت سند کی روایت میں "فَإِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ زَادُوا وَاحِدَةً یعنی آخری عشرہ

میں ایک تروبح کا اور اضافہ کرلیتے تھے" کہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔ محمد بن نصر المروزی کی کتاب میں جو اضافہ ہے اس روایت کی سند موجود نہیں۔ اس لیے بغیر سند والی روایت کے متن سے استدلال کرنا ہی اول تو آپ کے نزدیک غلط ہے۔

دوم: بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ" فَإِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ زَادُوا وَاحِدَةً یعنی آخری عشرہ میں ایک ترویح کا اور اضافہ کرلیتے تھے" تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ وہ ہمارے مدعا کے خلاف ہے؟

مزید یہ کہ 20رکعت تراویح 8رکعت سے زیادہ ہی ہوتی ہے، آپ کا بلا تعیین کہنا ہی بلا دلیل ہے، جس کی علمی میدان میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حضرت عبد الرحمن بن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ کی صحیح سند کی روایت سے معلوم ہوا کہ 20رکعت تراویح ثابت ہے اور اگر کوئی کسی دوسرے خارجی اسباب کی وجہ سے مزید نفل پڑھنا چاہے تو وہ بطور نفل جائز ہے جیسے مدینہ منورہ میں رمضان المبارک میں ہر ترویحہ کے بعد 2نفل پڑھے جاتے تھے کیونکہ اہل مکہ کے لوگ ہر ترویحہ کے بعد خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے تو اہل مدینہ نے اس عمل کے ثواب کو پانے کے لیے مزید 2نفل ادا کیے۔ اہل مدینہ کا مزید 2نفل پڑھنا بطور عمومی نفل کے تھا نہ کہ وہ تراویح پر زیادتی کرتے۔ اسی نکتہ کو مخالفین عوام الناس کے سامنے دھوکا دے کر پیش کرتے ہیں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت عبد الرحمن بن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ والی روایت بالکل صحیح اور ثابت ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور 20 رکعت تراویح

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بیس رکعت تروایح قابل احتجاج سند سے مروی ہے۔

محدث ابن أبي شيبة نے کہا:

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ حَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي الْحَسْنَاءِ، أَنَّ عَلِيًّا أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِهِمْ فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً.

(مصنف ابن أبي شيبہ 2/163 رقم 7681)

ترجمہ : حضرت ابن ابی الحسناء روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت پڑھائے۔

وَحَدَّثَنَا ابْنُ مَخْلَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ جَرِيرِ بْنِ جَبَلَةَ الْعَتَكِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ يَعْنِي ابْنَ مَرْوَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي الْحَسْنَاءِ، أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ «أَمَرَ رَجُلًا أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ عِشْرِينَ رَكْعَةً

(الشريعة 1781/4 رقم 1240:)

ترجمہ : حضرت ابن ابی الحسناء روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں پانچ ترویحات بیس رکعت پڑھائے۔

نوٹ:

اس روایت میں ترویح کا لفظ بھی موجود ہے اوران لوگوں کا رد ہے جو یہ کہتے پھرتے ہیں کہ تراویح کا لفظ کسی روایت یا حدیث میں نہیں ہے۔

سند کی تحقیق

مذکورہ روایت کی سند کے راویوں کا مختصر توثیق یا تعریف ملاحظہ کریں۔

وکیع	ثقہ	تقریب التہذیب 7414
الحسن بن صالح	ثقۃ فقیہ	تقریب التہذیب 1250
عمرو بن قیس الملائی	ثقۃ متقن	تقریب التہذیب 5100

ابن ابی الحسناء کے بارے میں علماء نے اپنی اپنی تحقیق کے مطابق رائے دی ہیں۔ قارئین کرام اس مقام پر یہ نکتہ ذہن نشین رکھیں کہ اس روایت میں ابن ابی الحسناء سے رویات بیان کرنے والے راوی کا نام عمرو بن قیس الملائی ہے اور عمرو بن قیس الملائی سے روایت کرنے والے راوی کا نام الحسن بن صالح ہے۔

اعتراض: ابی الحسناء کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سماع نہیں

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار التوضیح لرکعات التراویح ص 360- 361 پر لکھتے ہیں۔

"حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا: روی عن الحکم بن عتیبۃ عن حنش عن علی فی الأضحیۃ۔ (تہذیب التہذیب 12/ 79)
یعنی اس نے دوسرے مقام پر دو واسطوں سے علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کیا ہے اور زیر نظر روایت میں اس نے سماع کی صراحت نہیں کی ہے لہٰذا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی اس صراحت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے اس کی ملاقات نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔۔۔۔ اگر کتابت کی غلطی نہیں ہے تو ابن ابی الحسناء بھی نامعلوم ہے۔ لیکن راجح یہی ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہے اور یہاں بھی ابو الحسناء ہی ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ کے کئی محققین نے یہاں ابو الحسناء ہی ضبط کیا ہے۔۔۔۔ بلکہ احناف کے

پسندیدہ محقق عوامہ صاحب نے بھی ابوالحسناء ہی ضبط کیا ہے۔"

جواب :

گذارش ہے کہ ابی الحسناء نام کے متعدد راوی ہیں اور ان پر تحقیق علماء کے حوالہ سے پیش خدمت ہے۔

1-الحسن بن أبي الحسناء أبو سهل البصري القواس۔

یہ راوی حضرت ابی العالیہ اور زیاد النمیری کے طبقات سے روایت کرتا ہے اور اس سے روایت کرنے والے راوی میں حضرت عبدالرحمن بن مہدی، امام وکیع بن الجراح اور ابونعیم کے طبقات کے علماء نے روایت لی ہے۔ان کو امام ابوحاتم اور ابن معین (الجرح والتعدیل 30) نے ثقہ قرار دیا ہے۔(تہذیب الکمال فی أسماء الرجال 6/127)

2-أبو الحسناء الكوفي، اس راوی کا نام بھی الحسن ہے۔

اس راوی کے بارے میں علامہ مزی لکھتے ہیں۔

رَوَى عَن الحكم بن عتيبة .رَوَى عَنه شَرِيك بن عَبد الله النخعي

یعنی یہ راوی الحکم بن عتیبہ سے روایت کرتا ہے اور اس راوی سے شریک بن عبداللہ النخعی روایت کرتا ہے۔

(تہذیب الکمال فی أسماء الرجال 33/248،رقم 7317)

اور یہ وہ راوی ابوالحسناء الکوفی ہے جس کے بارے میں کفایت اللہ سنابلی صاحب نے فرمایا کہ یہ دو واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتا ہے۔

علامہ مزی نے یہ روایت نقل بھی کی ہے۔

حَدَّثَنَا عَبد الله بْنُ أَحْمَدَ. قال حَدَّثَنِي عُثْمَانُ ابْنَ أَبِي شَيْبَةَ. قال حَدَّثَنَا شَرِيك، عَن أَبِي الْحَسْنَاءِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ حَنَشٍ، قال :رَأَيْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي

طَالِبٍ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ :مَا هَذَا، فَقَالَ :أَوْصَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُضَحِّيَ عنه.

(تہذیب الکمال فی أسماء الرجال 33/248، رقم 7317)

اس روایت کو علامہ ذہبی نے تلخیص المستدرک 7556: پر صحیح کہا ہے۔ الزامی طور پر یہ بات بھی ملاحظہ کر لیں کہ علامہ ذہبی کے حوالہ سے یہ راوی بھی حسن درجہ کا ثابت ہوا۔

اب اس مقام پر قابل غور یہ نکتہ ہے کہ آیا یہ وہی ابن ابی الحسناء راوی ہے جس کے بارے میں جناب کفایت اللہ سنابلی صاحب فرماتے ہیں کہ ابو الحسناء ۲ واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتا ہے۔

ابو الحسناء الکوفی کے بارے میں امام دارقطنی لکھتے ہیں۔

أبو الحسناء كوفي روى عنه شريك.

حدثنا محمد بن مخلد حدثنا عباس الدوري قال سمعت يحيى بن معين يقول أبو الحسناء روى عنه شريك والحسن بن صالح وكان كوفيا. (المؤتلف والمختلف للدارقطنی 3/88)

ترجمہ :ابو الحسنا کوفی اس سے شریک روایت کرتا ہے۔ امام دارقطنی مذکورہ سند محمد بن مخلد عباس الدوری۔ ابن معین سے نقل کرتے ہیں۔ ابو الحسناء اس سے شریک اور حسن بن صالح روایت لیتے ہیں اور یہ کوفی تھا۔

امام دارقطنی کے حوالہ سے معلوم ہوا کہ ابو الحسناء الکوفی (جس کے بارے میں سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ دو واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتا ہے) وہ راوی ہے جس سے شریک اور الحسن بن صالح راوی روایت کرتے ہیں۔ قابل تحقیق نکتہ یہ ہے ابو الحسناء کے شاگردوں میں الحسن بن صالح ہے جبکہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ابو الحسناء کے شاگردوں میں عمرو بن قیس ہے اور عمرو بن قیس سے روایت لینا والا راوی الحسن بن صالح ہے۔

آسان طریقہ پر یہ نکتہ واضح ہوتا ہے کہ 20 رکعت تراویح والی روایت میں ابو الحسناء راوی

سے روایت نقل کرنے والے عمر بن قیس ہیں نہ کہ الحسن بن صالح ۔اس لیے معلوم ہوا کہ ابوالحسناء، جس سے الحسن بن صالح روایت بیان کرتا ہے اس کا نام الحسن بن الحکم ابوالحسناء الکوفی ہے ۔جب کہ ہماری پیش کردہ روایت میں ابوالحسناء سے روایت کرنے والے راوی کا نام عمرو بن قیس ہے ،جس سے معلوم ہوا کہ 20 رکعت تراویح میں جو ابوالحسناء راوی ہے وہ ابوالحسناء الکوفی نہیں۔

اس لیے کفایت اللہ سنابلی صاحب کا 20 رکعت تراویح پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی روایت میں ابوالحسناء کو الحسن بن الحکم ابوالحسناء الکوفی (جو 2 واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے رویات کرتا ہے) متعین کرنا علمی خطاء اور غلطی ہے۔

ابوالحسناء الحسن بن حکم کی ایک روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

صَحِيحُ الإِسْنَادِ وَأَبُو الْحَسْنَاءِ اسْمُهُ :الْحَسَنُ بْنُ الْحَكَمِ.

(إتحاف المہرۃ 11/368)

3-عقبہ بن اَبی الحسناء:

اس راوی کے بارے میں امام ابوحاتم لکھتے ہیں۔

عقبة بن أبي الحسناء روى عن ابي هريرة روى عنه فرقد بن الحجاج سمعت أبي يقول ذلك. وسألته عنه فقال شيخ.

(الجرح والتعدیل 6/309، رقم 1724)

مفہوم: یعنی عقبہ بن ابی الحسناء روایت حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتا ہے اور ان سے فرقد بن الحجاج روایت لیتا ہے اور اپنے والد ابوحاتم کو بھی اسی طرح کہتے سنا اور اس راوی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: شیخ۔

اس مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ یہ راوی صحابہ کرام سے روایت بیان کرنے والا راوی ہے۔

عقبہ ابن ابی الحسناء کی ایک روایت کے بارے میں علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

سندہ صالح۔ (تلخیص المستدرک: 8792)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس راوی عقبہ بن ابی الحسناء کی روایت کی بارے میں لکھتے ہیں۔

إسناده حسن. (إتحاف المهرة 15/ 414).

موصوف کفایت اللہ سنابلی صاحب کے لیے ایک الزامی جواب بھی پیش خدمت ہے کہ ابن خزیمہ نے نے عقبہ ابن ابی الحسناء کی روایت کو اپنی کتاب صحیح ابن خزیمہ رقم 2195 پر درج کی ہے۔ اس طرح یہ راوی تو موصوف کے اپنے وضع کردہ اصول کے تحت بھی ثقہ ثابت ہوا۔

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی 20 رکعت تراویح والی روایت صحیح اور موصوف کفایت اللہ سنابلی صاحب کے اعتراضات باطل ومردود ہیں۔

حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ اور 20 رکعت تراویح

ابن سعد لکھتے ہیں۔

وَكَانَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ يَقُومُ بِالنَّاسِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِمَكَّةَ بَعْدَ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ.

(الطبقات الکبری 5/ 472)

ترجمہ: اور ابن ابی ملیکہ نے مکہ میں حضرت عبداللہ بن السائب کے بعد رمضان میں لوگوں کی امامت کرواتے تھے۔ یعنی تراویح بھی پڑھاتے تھے۔

قارئین کرام اس حوالہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اہل مکہ کی امامت اور تراویح پڑھانے کے ذمہ داری حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ کی تھی اور انہوں نے جتنی رکعات تراویح کی پڑھائی. اتنی ہی رکعات حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ نے بھی پڑھائی۔

ابن ابی شیبہ روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثنا وَكِيعٌ. عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ. قَالَ كَانَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ يُصَلِّي بِنَا فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَيَقْرَأُ بِحَمْدِ الْمَلَائِكَةِ فِي رَكْعَةٍ.

ترجمہ: حضرت نافع بن عمر فرماتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں 20 رکعت نماز پڑھاتے تھے۔۔۔۔(مصنف ابن ابی شیبہ 7765)

حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ نے 20 رکعت تراویح پڑھائی تو یہ ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ نے بھی 20 رکعت تراویح ہی پڑھائی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور 20 رکعت تراویح

امام محمد بن نصر مروزیؒ فرماتے ہیں :

اخبرنا یحییٰ بن یحییٰ اخبرنا حفص بن غیاث عن اعمش عن زید بن وھب قال کان عبداللہ بن مسعود صلی لنا فی شھر رمضان فینصرف وعلیہ لیل۔ قال الاعمش : کان یصلی عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث۔
(قیام اللیل ص ۹۱؛ عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۴۶)

ترجمہ : حضرت اعمشؒ، حضرت زید بن وھبؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہم کو رمضان المبارک میں نماز (تراویح) پڑھاتے تھے۔ اور ہم جب اس سے فارغ ہو کر واپس لوٹتے تھے تو ابھی رات باقی ہوتی تھی۔ حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

اعتراض:

اس روایت پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اعمش طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے اور اس روایت میں عن سے روایت کر رہا ہے اس لیے یہ روایت ضعیف ہے۔

جواب:

گذارش ہے کہ اعمش کی تدلیس میں چند استثنائی و دیگر اصول کے ساتھ ایک اصول یہ بھی ہے کہ اعمش کا شاگرد حفص بن غیاث اگر اعمش سے روایت بیان کرے تو اعمش کا عنعنہ مضر نہیں ہوتا اور وہ روایت اکثر محمول علی السماع ہوتی ہے۔

علامہ خطیب بغدادی فرماتے ہیں :

و کان عامة حدیث الاعمش عند حفص بن غیاث علی الخبر والسماع.

(تاریخ بغداد ج ۸ ص ۱۹۵)

مفہوم: امام اعمشؒ کی اکثر یا عام روایات جو حفص بن غیاثؒ نے ان سے بیان کی ہیں وہ خبر اور سماع پر محمول ہیں۔

اعتراض:

زید بن وہبؒ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہیں بلکہ انھوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بھی حدیث سنی ہے۔ لہٰذا یہ روایت متصل ہے مگر چونکہ بیس رکعات کا ذکر باقی حصہ سے الگ کر کے یوں کیا گیا ہے :قال الاعمش الخ اس لیے ہم نے اس روایت کو مرسل روایتوں کے ضمن میں ذکر کیا ہے

جواب:

گذارش ہے کہ ظاہرا تو یہ روایت مرسل معلوم ہوتی ہے مگر اعمش کے اس قول کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے اقوال و عمل ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے خاص اصحاب شتیر بن شکلؒ اور سوید بن غفلہؒ 20 رکعت تراویح پڑھتے تھے بلکہ ان جلیل القدر تابعین کے شاگرد حضرت ابوالبختری بھی 20 رکعت پڑھتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا 20 رکعت تراویح کا حکم

مرسل روایات بطور شاہد

تراویح کے موضوع پر چند مرسل روایات بطور شواہد پیش ہیں۔

حدیث نمبر: 1

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِهِمْ عِشْرِينَ رَكْعَةً.

(المصنف ابن ابی شیبۃ 7764)

مفھوم: حضرت یحییٰ بن سعید انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رض نے ایک آدمی (حضرت ابی بن کعب رض) کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے۔

☆ مذکورہ روایت میں حضرت یحییٰ بن سعید تابعیؒ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں لیکن مرسل روایت کو دیگر روایات کی تقویت میں حجیت کے تو خود امام شافعی بھی قائل ہیں۔

حدیث نمبر: 2

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ أَنَّهُ قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَكْعَةً.

(موطأ امام مالک، ص 115)

مفھوم: حضرت یزید بن رومان تابعیؒ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ لوگ

(صحابہ کرامؓ وتابعین عظام) حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانہ خلافت میں ماہ رمضان میں تیئس (۲۳) رکعات (۲۰ تراویح اور ۳ وتر) پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر:3

حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَسَنٍ. عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ: كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِالْمَدِينَةِ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ

مفہوم: حضرت عبدالعزیز بن رفیع تابعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب (عہد فاروقی میں) لوگوں کو مدینہ منورہ میں بیس رکعات (تراویح) اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ (المصنف ابن ابی شیبہ 5/224 رقم 7766)

☆ حضرت عبدالعزیز بن رفیعؒ کا سماع حضرت ابی بن کعبؓ پر اعتراض ہے۔

حدیث نمبر:4

عن محمد بن کعب ؓ کان الناس یصلون فی زمان عمر بن الخطاب ؓ فی رمضان عشرین رکعة یطیلون فیها القراء ة ویوترون بثلاث۔

(قیام اللیل ص 157)

مفہوم: حضرت محمد بن کعب قرظیؒ سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں بیس رکعات (تراویح) پڑھا کرتے تھے اور ان میں لمبی قراءت کرتے تھے اور تین وتر پڑھتے تھے۔

غیر مقلد سنابلی صاحب کا مرسل روایت کے بارے میں موقف:

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب ابن الھمام کے حوالہ سے فرماتے ہیں۔

"محدثین کے نزدیک بھی مرسل روایت دوسری احادیث کی موجودگی میں مقبول ہے۔" (انوار البدر ص ۱۸۶)

پھر اس کی مؤید احادیث کے سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں :

" چونکہ اس مرسل روایت کے بہت سارے شواہد ہیں، جیسا کہ اس کتاب کے باب اول میں ہی مذکور ہے۔" (انوار البدر ص ۱۸۶)

غیر مقلدین کے علماء مرسل روایت کی حجیت اور شواہد و متابعت میں پیش کرنے کے قائل ہیں۔

- غیر مقلد مبارکپوری (تحقیق الکلام 1/ 95)
- غیر مقلد محقق مولانا عبد الرؤف (القول المقبول فی شرح صلوٰۃ الرسول ص370)
- غیر مقلد نا عبد اللہ روپڑی (فتاویٰ اہلحدیث 1/ 311)
- مولانا صادق سیالکوٹی غیر مقلد (صلوٰۃ الرسول ص188)
- شیخ البانی سلفی (ارواء الغلیل 2/ 71)
- زبیر علی زئی غیر مقلد (حاشیہ عبادات میں بدعات ص129)

مذکورہ بالا مرسل روایت کو احتجاج کے طور پر نہیں بلکہ صحیح روایت کے شواہد کے طور پر پیش کی گیا ہے۔ مزید یہ کہ مرسل روایات سے تائید کے طور پر عمل کرنے کو شوافع نے بھی تسلیم کیا ہے۔ اس لیے ان روایات پر زیادہ بحث اور جرح وقدح کرنے کی کوشش فضول ہے۔

20 رکعت تراویح پر تابعین کی مرویات

اس عنوان کے تحت تابعین عظام کا موقف وعمل کو پیش کیا جاتا ہے تا کہ یہ واضح ہو کہ صحابہ کرام کے دور میں اور تابعین کے دور میں 20 رکعت تراویح پر ہی اجماع تھا. اور اس کے خلاف کسی تعداد پر عمل نہ تھا۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کا 20 رکعت تراویح پر قول

محدث ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثنا ابنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ يُصَلُّونَ ثَلاثًا وَعِشْرِينَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ.

مفہوم : تابعی حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں یعنی صحابہ کرام اور تابعین کو وتر کے ساتھ 23 رکعت تراویح پڑھتے پایا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ 7770)

سند کی تحقیق

مذکورہ روایت کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

عبداللہ بن نمیر	ثقہ	تقریب التہذیب 3668
عبدالملک بن سلیمان	صدوق له اوهام	تقریب التہذیب 4184
عطا بن ابی رباح	ثقہ	تقریب التہذیب 4591

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس سند کے سارے راوی ثقہ یا صدوق ہیں۔

دوسری سند:

اس روایت کو ایک دوسرے طریق سے ابن ابی الدنیا نے بھی روایت کیا ہے۔

حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ ثنا هُشَيْمٌ. قَالَ: أنبا عَبْدُ الْمَلِكِ. عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ كَانُوا يُصَلُّونَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً. وَالْوِتْرَ ثَلَاثًا. (فضائل رمضان 1/79، رقم 49)

مفهوم : تابعی حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ لوگ یعنی صحابہ کرام اور تابعین کو بیس رکعت تراویح اور 3 وتر پڑھتے تھے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضرت عطاء بن ابی رباح نے متعدد صحابہ کرام کو دیکھا اور ان سے روایات بھی نقل کیں۔ اور یہ نکتہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ آمین بالجہر پر غیر مقلدین حضرات حضرت عطاء بن ابی رباح کا فتوی و قول ہی اپنے لوگوں کو دکھا کر مغالطہ دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

تابعی کبیر حضرت ابن ابی ملکیہ رضی اللہ عنہ اور 20 رکعت تراویح

ابن ابی شیبہ روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ كَانَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ يُصَلِّي بِنَا فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَيَقْرَأُ بِحَمْدِ الْمَلَائِكَةِ فِي رَكْعَةٍ۔

ترجمہ : حضرت نافع بن عمر فرماتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں 20 رکعت نماز پڑھاتے تھے۔۔۔ (مصنف ابن ابی شیبہ 7765)

سند کی تحقیق

مذکورہ روایت کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

وکیع بن الجراح	ثقہ	تقریب التہذیب 7414
نافع بن عمر	ثقہ	تقریب التہذیب 7080
عبداللہ بن ابی ملیکہ	ثقہ	تقریب التہذیب 3454

حافظ ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب، رقم 3454 پر ابن ابی ملیکہ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے 30 صحابہ کرام کو پایا۔ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ یا صدوق ہیں۔

حضرت ابی البختری رضی اللہ عنہ اور 20 رکعت تراویح

محدث ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثنا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ خَلَفٍ عَنْ رَبِيعٍ وَأَثْنَى عَلَيْهِ خَيْرًا. عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ فِي رَمَضَانَ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ.

ترجمہ: حضرت ربیع فرماتے ہیں کہ حضرت ابوالبختری رمضان میں 5 ترویحات اور 3 وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث 7768)

روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ 5 ترویحات یعنی 20 رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

سند کی تحقیق

مذکورہ روایت کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

راوی	توثیق	حوالہ
غندر	ثقہ	تقریب التہذیب 5787
شعبہ بن الحجاج	ثقہ	تقریب التہذیب 2790
خلف بن حوشب	ثقہ	تقریب التہذیب 1728
الربیع	اثنی علیہ خیرا	مصنف ابن ابی شیبۃ 7768
ابوالبختری	ثقہ	تقریب التہذیب 2380

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ یا صدوق ہیں۔

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ اور 20 رکعت تراویح

امام بخاری روایت نقل کرتے ہیں۔

قال یحیی بن موسی قال نا جعفر بن عون سمع ابا الخضیب الجعفی کان سوید بن غفلة یؤمنا فی رمضان عشرین رکعة.

ترجمہ : ابا الخضیب فرماتے ہیں کہ حضرت سوید بن غفلہ ہیں رمضان میں 20 رکعت پڑھاتے تھے۔(التاریخ الکبیر 9/28)

سند کی تحقیق

مذکورہ روایت کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

یحیی بن موسی	ثقہ	تقریب التہذیب 7655
جعفر بن عون	صدوق	تقریب التہذیب 948
ابا الخضیب عبداللہ بن سوید	صدوق	تقریب التہذیب 3377
سوید بن غفلہ	ثقہ	الکاشف 2197

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ پیش کردہ روایت کی سند کے تمام راوی ثقہ یا صدوق ہیں۔

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا۔ خلفاء راشدین اور کثیر صحابہ کرام کا زمانہ بھی پایا۔ علامہ ذہبی نے اس روایت کو بیان کرکے حاشیہ میں اس کی سند کے بارے میں إسناده صالح لکھا ہے۔ المہذب فی اختصار السنن الکبیر 2/ 928

حضرت شتیر بن شکل رضی اللہ عنہ اور 20 رکعت تراویح

محدث ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن قیس فرماتے ہیں کہ حضرت شتیر بن شکل رمضان میں 20 رکعت اور 3 وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ 7762)

امام بیہقی نے اپنی کتاب السنن الکبری 2 / 699 میں فرماتے ہیں کہ حضرت شتیر بن شکل، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اصحاب میں سے تھے۔

سند کی تحقیق

مذکورہ روایت کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

راوی	حکم	حوالہ
وکیع بن الجراح	ثقہ	تقریب التہذیب 7414
سفیان الثوری	ثقہ	تقریب التہذیب 2445
ابی اسحاق	ثقہ	تقریب التہذب 5065
عبداللہ بن قیس	حدیث صحیح	تلخیص المستدرک 3138
شتیر بن شکل	ثقہ	تقریب التہذیب 2747

حضرت شتیر بن شکل رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے۔ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مذکورہ پیش کردہ روایت کی سند کے تمام راوی ثقہ یا صدوق ہیں۔

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ اور 20 رکعت تراویح

امام ابن ابی الدنیا روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ ثنا هُشَيْمٌ. قَالَ مَنْصُورٌ أنبا الْحَسَنُ، قَالَ كَانُوا يُصَلُّونَ عِشْرِينَ رَكْعَةً. فَإِذَا كَانَتِ الْعَشْرُ الْأَوَاخِرُ زَادَ تَرْوِيحَةً شَفْعَيْنِ

ترجمہ۔ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ رماتے ہیں کہ لوگ رمضان میں 20 رکعت تراویح پڑھتے اور تیسرے عشرہ میں 4 رکعت زائد پڑھتے۔

(فضائل رمضان 1/ 83 رقم 53)

سند کی تحقیق

مذکورہ روایت کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

شجاع بن مخلد	صدوق	تقریب التہذیب 2748
ھشیم بن بشیر	ثقہ	تقریب التہذیب 7312
منصور بن زاذان	ثقہ ثبت	تقریب التہذیب 6898
امام الحسن البصری رضی اللہ عنہ	ثقہ فقیہ	تقریب التہذیب 1227

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ یا صدوق ہیں۔

لوگوں کا یہ 4 رکعت پڑھنا 20 رکعت پر زائد نفل کے طور پر تھا۔ اس روایت سے اس اعتراض کا بھی جواب ہو جاتا ہے کہ جو 8 رکعت پر زائد تراویح 36 یا 41 والی روایات پیش کرتے ہیں۔ دراصل جنہوں نے 36 یا زیادہ رکعات پڑھیں تو وہ بھی 20 رکعت مسنون تراویح سے زائد

پڑھیں اور یہ لوگ کیوں پڑھتے تھے اس کا جواب علامہ بدرالدین العینی نے اپنی کتاب البنایہ میں تفصیل سے دیا ہے۔ جس کی وجہ کتاب میں بھی بیان کردی گئی ہے۔

اس لیے مخالفین کا 36 سے زیادہ رکعات والی روایت پیش کر کے یہ کہنا کہ 8 رکعت سے زیادہ بطور نفل جائز ہے بالکل غلط اور مردود ہے۔ کیونکہ جنہوں نے زیادہ رکعات پڑھیں انہوں نے 20 ہی کو مسنون سمجھ کر پڑھیں۔ اور پیش کردہ روایت بھی اس کو ثابت کرتی ہے۔

حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور 20 رکعت تراویح

محدث ابن ابی شیبہ روایت بیان کرتے ہیں۔

حَدَّثنا الْفَضْلُ بْنُ دُکَیْنٍ، عَنْ سَعِیدِ بْنِ عُبَیْدٍ: أَنَّ عَلِیَّ بْنَ رَبِیعَةَ کَانَ یُصَلِّی بِهِمْ فِی رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِیحَاتٍ وَیُوتِرُ بِثَلَاثٍ.

(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث 7772)

ترجمہ: حضرت سعید بن عبید فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ رمضان میں 5 ترویحات یعنی 20 رکعت تراویح اور 3 رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

سند کی تحقیق

مذکورہ روایت کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

الفضل بن دکین	ثقہ	تقریب التہذیب 5401
سعید بن عبید الطائی	ثقہ	تقریب التہذیب 2361
علی بن ربیعہ	ثقہ	تقریب التہذیب 4733

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ یا صدوق ہیں۔

حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے روایات مروی کی ہیں، اور یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دور سے بھی واقف تھے اس لیے ان کا 20 رکعت تراویح پڑھنا یہ ثابت بھی کرتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دور خلافت میں بھی 20 رکعت تراویح پڑھائی جاتی تھی۔

حضرت ابراھیم نخعی رضی اللہ عنہ اور 20 رکعت تراویح

قاضی ابی یوسف اپنی سند سے روایت بیان کرتے ہیں۔

عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا يُصَلُّونَ خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ فِي رَمَضَانَ.

(کتاب الاثار قاضی ابو یوسف رقم 211)

ترجمہ: حضرت ابراھیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ لوگ رمضان میں 5 ترویحات یعنی بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

سند کی تحقیق

مذکورہ روایت کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کریں۔

ابو یوسف	متقن	مشاہیر علماء الامصار 1356
ابو حنیفہ	فقیہ الملة	سیر اعلام النبلاء 390/6,
حماد بن ابی سلیمان	ثقہ	تاریخ الثقات 331
ابراہیم نخعی	ثقہ	تقریب التہذیب 270

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ یا صدوق ہیں۔ قاضی ابو یوسف کی توثیق پر تفصیل راقم کی کتاب توثیق صاحبین اور امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ پر سارے اعتراضات کے تحقیقی جواب پر مشتمل عرب محقق شیخ محمد احمد عاموں کی کتاب جس کا ترجمہ دارالتحقیق فاونڈیشن کی طرف سے شائع ہوا کا مطالعہ کریں۔

حضرت عبدالرحمن بن الاسود رضی اللہ عنہ 41 رکعت یا 20 رکعت تراویح؟

ابن ابی شیبہ اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثنا حَفْصٌ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ كَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الأَسْوَدِ يُصَلِّي بِنَا فِي رَمَضَانَ أَرْبَعِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِسَبْعٍ.

(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث 7897-7769)

ترجمہ : حضرت الحسن بن عبید اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن الاسود رمضان میں 40 رکعات اور سات وتر پڑھاتے تھے۔

محدث ابن ابی شیبہ نے دوسرے مقام پر ان 40 رکعات کی مزید تفصیل بھی پیش کی ہے جس سے ان 40 رکعات کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔

حَدَّثنا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ هَارُونَ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنِ ابْنِ الأَسْوَدِ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ أَرْبَعِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِهِمْ وَيُصَلِّي بَيْنَ التَّرْوِيحَتَيْنِ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً، وَيَقُولُ بَيْنَ التَّرْوِيحَتَيْنِ: الصلاة.

(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث 7940-7811)

ترجمہ: حضرت ہارون بن ابی مریم فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن ابن الاسود لوگوں کو 40 چالیس رکعات اور وتر پڑھایا کرتے تھے۔ وہ ہر دو ترویحات کے درمیان 12 رکعتیں پڑھتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ ہر دو ترویحات کے درمیان نماز ہے۔

اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن الاسود تراویح میں ہر دو ترویحات یعنی 8 رکعت کے بعد 12 رکعت خود پڑھتے۔ 40 رکعات کے مجموعہ کو راوی نے ہر دو ترویحات کے بعد پڑھے جانے والے 12 نفل کے ساتھ بیان کیا ہے، کیونکہ تراویح میں کل 5 ترویحات ہیں اس

لیے دوترویحات کے بعد 12 رکعات اور پھر دوترویحات کے بعد 12 رکعات نفل پڑھے۔

اور اس کے بعد کیونکہ تراویح کی 4 رکعت ہی رہتی ہیں اس لیے ان دو دوترویحات کے ذکر میں آخری 4 رکعت کا شمار نہیں کیا۔ اس لیے راوی کے بیان کے مطابق پہلے دوترویحات یعنی 8 رکعت تراویح اور پھر 12 رکعت نفل، پھر دوسرے دوترویحات یعنی 8 رکعت تراویح اور پھر 12 رکعت بطور نفل، اس طرح یہ کل عدد 40 بنتی ہے۔ کیونکہ اس کے بعد نماز میں کوئی دوترویحات یعنی 8 رکعات تراویح نہیں تھی صرف 4 رکعت تراویح باقی تھی اس لیے اس کے ذکر کو مختصر کر دیا۔ کیونکہ راوی کا مقصد صرف اور صرف دوترویحات اور اس کے بعد نفل کی تعداد بتانا تھی اور کیونکہ وتر الگ نماز ہے اس لیے اس کی تعداد بھی کسی روایت میں بتائی اور کسی میں ذکر نہیں کیا۔

8 (دوترویحات) + (نفل) 12 + 8 (دوترویحات) + (نفل) 12 = 40 رکعات

اس اثر سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت عبدالرحمن بن الاسود کی عمل بنیادی طور پر 20 رکعت تراویح پر ہی تھا۔ اس طرح یہ بات واضح ہوئی کی جن تابعین یا تبع تابعین سے 40 یا 41 رکعات ثابت ہیں اس کی بنیاد 20 رکعت تراویح ہی ہوتی تھی۔

محدثین کرام کا تراویح کی رکعات کے درمیان نوافل پڑھنا:

ایک مزید اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ متعدد تابعین اور تبع تابعین ایسے تھے کہ جو ترویحات کے درمیان الگ یا زیادہ نفل بھی پڑھتے تھے۔ کچھ لوگ 5 ترویحات میں 4 ترویحات میں زیادہ الگ نفل پڑھتے اور کچھ لوگ مکمل 5 ترویحات میں الگ نفل نماز پڑھتے۔ اس طرح جو 4 ترویحات میں زیادہ نفل پڑھتے ان کی کل رکعات کی تعداد 36 بنتی اور جو 5 ترویحات کے مطابق نفل پڑھتے ان کے رکعات کی تعداد 40 بنتی۔

اس لیے جن سے 36 رکعات مروی ہیں وہ بھی اصل 20 تراویح پر عمل کرتے اور جن راویوں سے 40 رکعات مروی ہیں وہ بھی اصل 20 رکعات تراویح پر ہی عمل کرتے تھے۔ کل رکعات کی تعداد میں اختلاف ہر ترویح کے بعد 4 رکعت نفل کے پڑھنے سے ہوتی۔ جو 4

ترویحات کا قائل تھا اس کے کل زیادہ نفل کی تعداد 16 بن جاتی اور 20 رکعت تراویح کے ساتھ کل رکعات کی تعداد 36 تھی۔

اسی طرح جو لوگ 5 ترویحات کے ساتھ نفل پڑھنے کے قائل ہوتے تو 5 ترویحات میں کل زیادہ نفل کی تعداد 20 بنتی اور 20 رکعت تراویح کے ساتھ کل رکعات کی تعداد 40 ہوتی تھی۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ الگ زیادہ نوافل کی تعداد کی اختلاف کی وجہ سے کل رکعات کی تعداد میں اختلاف ہوتا، نہ کہ تراویح کی اصل 20 رکعت پر کسی کا اختلاف تھا۔ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ سلف صالحین کا عمل بھی 20 رکعت تراویح پر ہی ہوتا۔

ترویحات کے درمیان نفل پڑھنے پر تحقیق:

اب ایک نکتہ مزید واضح کر دیں کہ ترویحات کے درمیان میں کسی طرح کی نفل نماز پڑھنا کی معاملہ میں سلف صالحین کا اختلاف بھی تھا، جو حضرات 36 یا 41 رکعت تراویح کی ادا کرتے ان کے نزدیک ترویحات کے درمیان نفل نماز پڑھنے کا جواز ملتا ہے۔ جو ترویحات کے درمیان نوافل پڑھنے کو جائز سمجھتے ان کی اصل میں تراویح 20 رکعت ہوتی اور ترویحات کے درمیان زیادہ نفل پڑھتے تو کل تعداد 40 یا 41 بنتی ہے۔

محدث عبدالرزاق اپنی سند سے لکھتے ہیں۔

عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الْحَسَنِ، وَقَتَادَةَ. قَالَا: إِذَا كَانَ الرَّجُلُ يُصَلِّي بَيْنَ التَّرْوِيحَتَيْنِ فِي رَمَضَانَ، فَكَبَّرَ الْإِمَامُ قَبْلَ أَنْ يَرْكَعَ. فَلَا بَأْسَ أَنْ يُصَلِّيَ صَلَاتَهُ. بِصَلَاةِ الْإِمَامِ. وَلَا يَرْكَعُ.

(المصنف عبدالرزاق، رقم 7750)

ترجمہ: امام حسن بصری اور قتادہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص رمضان میں دو ترویحات کے درمیان نماز ادا کرتا ہے اور پھر اس کے رکوع میں جانے سے پہلے امام تکبیر کہہ دیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ رکوع میں نہ جائے

ہو یا مسبوق نماز کی اقتدا میں اپنی نماز کو شامل کرے۔

مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ امام حسن بصری اور حضرت قتادہ کے نزدیک ترویحات کے درمیان نماز ادا کرنا جائز ہے۔ اس لیے جس روایت میں 20 رکعت سے زیادہ رکعات پڑھنے کا ذکر آیا اس میں 20 رکعت تراویح کے علاوہ ترویحات کے درمیان پڑھی جانے والی الگ نماز کی رکعات بھی شامل ہوتی تھیں۔ اس لیے ثابت ہوا کہ ان تابعین اور تبع تابعین کے نزدیک بھی تراویح کی تعداد 20 رکعت ہوتی تھی اور ان روایات کو اصل تراویح کے ضمن میں شمار کرنا غیر مقلدین حضرات کا دھوکا اور فریب ہے۔

حضرت داود بن قیس۔ 36 رکعات یا 20 رکعت تراویح؟

مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت ہے۔

حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ قَالَ أَدْرَكْتُ النَّاسَ بِالْمَدِينَةِ فِي زَمَنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَأَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ يُصَلُّونَ سِتَّةً وَثَلَاثِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُونَ بِثَلَاثٍ

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم 7899-7771)

ترجمہ: حضرت داود بن قیس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز اور ابان بن عثمان کے زمانے میں مدینہ میں لوگوں کو دیکھا کہ 36 رکعت اور 3 وتر پڑھتے تھے۔

نوٹ:

مذکورہ بالا روایت میں جو 36 رکعت کا ذکر ہے اس میں تراویح 20 رکعت ہی ہوتی تھیں۔ مکہ مکرمہ کے لوگ کا یہ معمول تھا کہ وہ ترویحات کے درمیان خانہ کعبہ کا طواف بھی کرتے تھے مصنف عبد الرزاق میں متعدد ایسی روایات موجود ہیں جس میں لوگوں کا تراویح کے ساتھ خانہ کعبہ کے طواف کرنا ثابت ہوتا ہے۔

محدث عبدالرزاق اپنی سند سے لکھتے ہیں۔

عَنْ مَعْمَرٍ. عَنِ الْحَسَنِ، وَقَتَادَةَ. قَالَا إِذَا كَانَ الرَّجُلُ يُصَلِّي بَيْنَ التَّرْوِيحَتَيْنِ فِي رَمَضَانَ فَكَبَّرَ الْإِمَامُ قَبْلَ أَنْ يَرْكَعَ. فَلَا بَأْسَ أَنْ يُصَلِّيَ صَلَاتَهُ بِصَلَاةِ الْإِمَامِ. وَلَا يَرْكَعُ. (المصنف عبدالرزاق، رقم7750)

ترجمہ: امام حسن بصری اور قتادہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص رمضان میں دو ترویحات کے درمیان نماز ادا کرتا ہے اور پھر اس کے رکوع میں جانے سے پہلے امام تکبیر کہہ دیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ رکوع میں نہ جائے اور امام کی نماز کی اقتداء میں اپنی نماز کو شامل کرے۔

محدثین کرام کا تراویح کی رکعات کے درمیان نوافل پڑھنا:

محدث فریابی روایت نقل کرتے ہیں۔

حدثنا صفوان بن صالح. حدثنا الوليد قال رأيت الأوزاعي وسعيد بن عبد العزيز. وابن جابر والليث بن سعد. وبكر بن مضر.. فكانوا يصلون بين التراويح.

(الصیام للفریابی 1/67 رقم 169)

ترجمہ: ولید بن مسلم فرماتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعی، سعید بن عبدالعزیز، ابن جابر اور لیث بن سعد اور بکر بن مضر کو تراویح کے درمیان نقل کی الگ نماز پڑھتے دیکھا۔

اس لیے دیگر شہروں کے لوگوں نے طواف کے ثواب کو پانے کی کوشش میں طواف کے جگہ 4 رکعت بطور الگ نفل پڑھتے۔ ہر ترویح کے بعد 4 رکعت بطور الگ نفل پڑھتے۔ اس طرح الگ بطور نفل کی تعداد 16 بنتی ہے۔ اس لیے تراویح کی 20 اور 16 بطور نفل رکعات کل 36 رکعات نماز ہوئی۔

علامہ بدرالدین العینی کی تحقیق:

اس نکتہ پر علامہ بدرالدین العینی فرماتے ہیں۔

والجواب عما قاله مالك أن أهل مكة كانوا يطوفون بين كل ترويحتين ويصلون ركعتي الطواف ولا يطوفون بعد الترويحة الخامسة. فأراد أهل المدينة مساواتهم فجعلوا مكان كل طواف أربع ركعات فزادوا ستة عشر ركعة وما كان عليه أصحاب رسول الله- صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -أحق وأولى أن يتبع.

ترجمہ: اس کا جواب یہ ہے کہ اہل مکہ ہر ترویحہ یعنی 4 رکعت کے بعد طواف کر کے 2 رکعت پڑھا کرتے تھے، مگر 5 ترویحہ کے بعد طواف نہیں کرتے تھے۔ اس لیے اہل مدینہ نے اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لیے طواف کی جگہ 2 رکعت زیادہ نفل پڑھنا شروع کیا، اس طرح 20 رکعت تراویح پر 16 رکعت زیادہ نفل پڑھے۔ جبکہ حق یہ ہے کہ صحابہ کرام کے عمل کی اتباع کرنا چاہیے۔ (البنایہ شرح الھدایہ 2/551)

محدث سخاوی کی تحقیق:

اس بات کو امام سخاوی نے بھی بیان کیا ہے۔

أهل مكة كانوا يصلون من التراويح في رمضان أربع ركعات ثم يطوفون أسبوعا ثم يعاودون الطواف حتى يستكملوا من الصلاة عشرين ركعة ومن الطواف أربع أسابيع وكان أهل المدينة النبوية يصلون التراويح ستا وثلاثين ركعة منها ست عشرة ركعة عوض الأربعة الأسابيع التي كان أهل مكة يطوفونها في خلال صلاتهم التراويح ثم يوترون. (التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ 2/164)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اہل مکہ کے عمل کے اتباع اور ثواب کو پانے کی وجہ سے اہل مدینہ نے اہل مکہ کے تامل پر عمل کیا۔ اور اہل مدینہ کے تعامل پر ہی امام مالک کا فتویٰ ہوتا تھا۔ اب اگر کوئی 40رکعت بھی پڑھتا تو وہ اصل تراویح کی 20رکعت کے ساتھ ثواب کی نیت اور اہل مکہ کے تامل کی وجہ سے مزید زیادہ 16یا 20رکعت نفل پڑھتا۔ جو 5ترویحہ کے بعد نوافل پڑھنے کو جائز سمجھتے وہ کل 40رکعت نماز پڑھتے اور جو علماء 5ترویحہ کے بعد نوافل نہیں پڑھتے اور صرف 4ترویحہ کے بعد ہی نوافل پڑھنے کے قائل تھے وہ کل 36رکعت نماز پڑھتے تھے۔ اسی طرح وتر کی تعداد کے فرق سے بھی کل رکعات کی تعداد میں بھی فرق پڑتا تھا۔

مزید یہ کہ جو لوگ عام نوافل غیر مسنون کی جماعت سے پڑھنے کے قائل تھے وہ ان نوافل کو جماعت کے ساتھ پڑھتے اور جو لوگ ان عام نوافل غیر مسنون کی جماعت سے پڑھنے کے قائل نہیں تھے وہ الگ سے ان نوافل کو پڑھتے تھے۔

مگر ان تعداد کے اختلاف کے باوجود بھی یہ نکتہ واضح ہوا کہ ان تمام لوگوں کا عمل وتعین 20 رکعت تراویح پر ہی ہوتا تھا کیونکہ زیادہ غیر مسنون نوافل جو بطور ثواب پڑھے جاتے اس کی تعداد کے تعین اصل 20رکعات تراویح کے مطابق ہی ہوتا تھا۔

حضرت سعید بن جبیر اور 20رکعات:

محدث عبدالرزاق اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔

عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ «كَانَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ يَؤُمُّنَا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ، فَكَانَ يَقْرَأُ بِالْقِرَاءَتَيْنِ جَمِيعًا، يَقْرَأُ اللَّيْلَةَ بِقِرَاءَةِ ابْنِ مَسْعُودٍ فَكَانَ يُصَلِّي خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ، فَإِذَا كَانَ الْعَشْرُ الْأَوَاخِرُ صَلَّى سِتَّ تَرْوِيحَاتٍ.

(المصنف عبدالرزاق رقم الحدیث 7749)

ترجمہ: اسماعیل بن عبدالملک فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر رمضان میں ہماری امامت کیا کرتے تھے تو دونوں طرح کی تلاوت کر کے سنایا کرتے

تھے، ایک رات میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح تلاوت کرتے تو 5 ترویحات یعنی 20 رکعت پڑھاتے اور رمضان کے آخری عشرہ میں ایک ترویحہ زیادہ کر کے کل 6 ترویحات یعنی 24 رکعات پڑھتے تھے۔

اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ رمضان میں عمومی طور پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرات کرتے تو 20 رکعت تراویح ہی پڑھتے۔ اور کیونکہ رمضان کے تیسرے عشرہ میں عبادات کی فضیلت مروی ہے اس لیے 4 رکعت بطور نفل کا اضافہ کرتے۔ اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ اصل اعتماد 20 رکعت پر ہے اور اضافہ بھی اسی 20 رکعت پر ہی ہے۔ غیر مقلدین حضرات کا اس کو مطلقاً 24 بنا کر 8 پر زیادہ بتانا بالکل غلط اور باطل ہے۔

اعتراض: سعید بن جبیر کا 24 رکعت پڑھنے کی تحقیق

اس کے علاوہ ایک دوسری روایت غیر مقلدین حضرات بھی پیش کرتے ہیں جس میں کل 4 رکعت کا ذکر ہے۔ اس کی حقیقت ملاحظہ کریں۔

محدث ابن ابی شیبہ اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ وِقَاءٍ، قَالَ كَانَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ يَؤُمُّنَا فِي رَمَضَانَ فَيُصَلِّي بِنَا عِشْرِينَ لَيْلَةً سِتَّ تَرْوِيحَاتٍ، فَإِذَا كَانَ الْعَشْرُ الأَوَاخِرُ اعْتَكَفَ فِي الْمَسْجِدِ وَصَلَّى بِنَا سَبْعَ تَرْوِيحَاتٍ.

ترجمہ: حضرت وقاء بن ایاس فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ رمضان میں ہماری امامت کرتے تھے اور ہمیں رمضان کے پہلے دو عشروں میں چھ ترویحات یعنی 24 رکعتیں پڑھاتے تھے، پھر جب رمضان کا تیسرا عشرہ ہوتا تو اس پر ایک ترویحہ کا اضافہ کرتے یعنی 28 رکعت پڑھاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم 7773)

جواب:

اس روایت میں وقاء بن ایاس پر متعدد محدثین نے لین الحدیث کی جرح کی ہوئی ہے، اس لیے مختلف فیہ راوی ہیں اور اس روایت میں تراویح کے تعداد کی تفصیل نہیں۔ مگر حضرت سعید بن جبیر کی نماز کی تفصیل مصنف عبدالرزاق رقم 7749 سے واضح ہے کہ وہ اصل میں 20 رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

مزید ایک روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ ترویحات کے درمیان نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

محدث ابن ابی شیبہ روایت بیان کرتے ہیں۔

حَدَّثنا يَحْيى بْنُ وَاضِحٍ أَبُو تُمَيْلَةَ. عَنْ أَبِي حَمْزَةَ. عَنْ حَبِيبِ بن أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ. أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَقُولَ بَيْنَ التَّرْوِيحَتَيْنِ الصَّلَاةَ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ 7942-7813)

ترجمہ : حضرت حبیب بن ابی عمرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر اس بات کو مکروہ خیال کرتے تھے کہ یوں کہا جائے کہ ہر دو ترویحات کے بعد نماز ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت جبیر بن سعید رضی اللہ عنہ کے نزدیک کیونکہ ترویحات کے درمیان کسی طرح کی نماز پڑھنا مکروہ تھی اس لیے وہ 20 رکعت پڑھتے تھے اور رمضان کے تیسرے عشرہ میں عبادات کی زیادتی کی وجہ سے کبھی کبھار 4 رکعت زیادہ بھی پڑھتے مگر وہ اصل تراویح 20 رکعت پر زیادہ نفل تھے۔ جس کا اصل 20 رکعت تراویح پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

فقہاء کرام اور 20 رکعت تراویح

چاروں فقہاء کرام 20 رکعت تراویح کے ہی قائل تھے۔ ان تمام کے مذاہب کے بارے میں امام ترمذی کا حوالہ پیش خدمت ہے تاکہ کوئی کسی مذہب نقل کرنے پر اعتراض نہ کر سکے۔

اہل مدینہ اور امام مالک کا موقف:

امام ترمذی فرماتے ہیں۔

فَرَأَى بَعْضُهُمْ أَنْ يُصَلِّيَ إِحْدَى وَأَرْبَعِينَ رَكْعَةً مَعَ الْوِتْرِ. وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ. وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَهُمْ بِالْمَدِينَةِ.

(سنن الترمذی 162/2)

ترجمہ: بعض اہل علم کی رائے ہے کہ 41 رکعت وتر سمیت پڑھے جائیں اور یہ قول اہل مدینہ کا ہے اور اہل مدینہ کا اس پر عمل بھی ہے۔

حضرت سفیان ثوری اور حضرت عبداللہ بن مبارک کا موقف:

امام ترمذی فرماتے ہیں۔

وَأَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى مَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ. وَعَلِيٍّ وَغَيْرِهِمَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِينَ رَكْعَةً. وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ. وَالشَّافِعِيِّ.

(سنن الترمذی 162/2)

ترجمہ: اکثر اہل علم اس تعداد پر ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور دیگر اصحاب رسول ﷺ سے 20 رکعت ثابت ہے۔ اور 20 رکعت

تراویح کا قول امام سفیان الثوری، امام عبداللہ بن مبارک اور امام شافعی کا ہے۔

امام شافعی کا موقف:

امام ترمذی نقل فرماتے ہیں۔

وقَالَ الشَّافِعِيُّ: وَهٰكَذَا أَدْرَكْتُ بِبَلَدِنَا بِمَكَّةَ يُصَلُّونَ عِشْرِينَ رَكْعَةً.

(سنن الترمذی 162/2)

ترجمہ: امام شافعی فرماتے ہیں کہ 20 رکعت تراویح کا پڑھنے کا عمل اپنے شہر مکہ میں پایا۔

امام مزنی بھی اپنے استاد امام شافعی سے ان کا مسلک بیان کرتے ہیں۔

وَأَحَبُّ إِلَيَّ عِشْرُونَ، لِأَنَّهُ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ وَكَذٰلِكَ يَقُومُونَ بِمَكَّةَ وَيُوتِرُونَ بِثَلَاثٍ. (الام 167/1)

ترجمہ: امام شافعی فرماتے ہیں کہ مجھے 20 رکعت تراویح رمضان میں پسند ہیں کیونکہ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں اور اہل مکہ بھی 20 رکعت اور تین وتر پڑھتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل کا موقف:

امام ترمذی نقل فرماتے ہیں۔

وقَالَ أَحْمَدُ: رُوِيَ فِي هٰذَا أَلْوَانٌ وَلَمْ يُقْضَ فِيهِ بِشَيْءٍ.

ترجمہ: امام احمد نے فرمایا کہ قیام اللیل میں روایات مختلف ہیں اس لیے کسی خاص تعداد کو مخصوص نہیں کیا۔ (سنن الترمذی 162/2)

امام احمد کا یہ قول تراویح پر زیادہ نفل کے بارے میں ہے اور نوافل غیر مسنونہ کی تعداد کا تعین روایات میں نہیں ہے۔ اس لیے اس قول کو خاص تراویح پر محمول کرنا مناسب نہیں ہے۔

امام اسحاق بن منصور المروزی فرماتے ہیں۔

قلت: کم من رکعة یصلی فی قیام شهر رمضان؟

قال: قد قیل فیه ألوان یروی نحواً من أربعین، إنما هو تطوع.

قال إسحاق: نختار أربعین رکعة وتکون القراءة أخف.

(مسائل الامام أحمد بن حنبل و إسحاق بن راهویہ 387)

ترجمہ: اسحاق بن منصور کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ رمضان میں کتنی رکعات پڑھنی چاہیے۔؟ امام احمد نے فرمایا کہ اس بارے میں متعدد روایات منقول ہیں یہاں تک کہ بعض روایات میں 40 رکعات کا بھی ذکر ملتا ہے کیونکہ یہ نفلی نماز ہے۔

امام اسحاق بن راھویہ نے کہا مختار 40 رکعت ہی ہے۔

مذکورہ بالا قول سے معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل سے استفسار رمضان میں قیام کے رکعات کے بارے میں تھا، اور انہوں نے زائد نوافل پر ہی 40 تک کا قول نقل کیا جس یہ بات واضح ہے کہ امام احمد بن حنبل کا فرمان غیر مسنون نوافل کے متعلق ہے۔

امام اسحٰق بن راھویہ کا موقف:

امام ترمذی فرماتے ہیں۔

وَقَالَ إِسْحَاقُ بَلْ نَخْتَارُ إِحْدَى وَأَرْبَعِينَ رَكْعَةً عَلَى مَا رُوِيَ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ(. سنن الترمذی 2/162)

ترجمہ: اور اسحاق بن راھویہ نے فرمایا کہ بلکہ مختار 41 رکعت ہے جو حضرت ابی بن کعب سے روایات ہے۔

اس قول سے واضح ہے کہ 41 رکعت کا قول زائد غیر مسنون نوافل کے ساتھ ہے، جس میں 20 رکعت مسنون تراویح شامل ہیں۔

امام اسحاق بن منصور المروزی ایک دوسرا قول نقل کرتے ہیں، جس سے معاملہ مسزید واضح ہوتا ہے۔

وأقل من ذلك خمسة. مع أن أهل المدينة لم يزالوا من لدن عمر رضى الله عنه إلى زماننا هذا يصلون أربعين ركعة فى قيام شهر رمضان، يخففون القراءة.

.وأقل من ذلك خمسة. مع أن أهل المدينة لم يزالوا من لدن عمر رضى الله عنه إلى زماننا هذا يصلون أربعين ركعة فى قيام شهر رمضان، يخففون القراء.

وأما أهل العراق فلم يزالوا من لدن على رضى الله عنه إلى زماننا هذا على خمس ترويحات...

(مسائل الامام أحمد بن حنبل و إسحاق بن راہویہ 492)

ترجمہ: رمضان میں کم سے کم 5 ترویحات یعنی 20 رکعت ہے اس کے ساتھ اہل مدینہ اب بھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اب تک 40 رکعت پڑھتے ہیں۔ اور جہاں تک اہل عراق کا تعلق ہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لے کر اس زمانہ تک 5 ترویحات پڑھتے ہیں۔

اہل مدینہ کا 20 رکعت تراویح پر زائد نوافل پڑھنا تراویح مسنون کے طور پر نہیں بلکہ اہل مکہ کا ترویحات کے درمیان طواف یا نوافل پڑھنے کے ثواب حاصل کرنے میں شامل ہونا تھا۔ اس لیے کسی معترض کا اس سے استدلال کرنا باطل ومردود ہے۔

محدث زین الدین العراقی اور 20 رکعت تراویح:

امام سخاوی فرماتے ہیں۔

فكان الزين العراقى يصلى التراويح بالناس عقب صلاة العشاء عشرين ركعة ويوتر بثلاث.

ترجمہ: امام زین الدین العراقی رحمہ اللہ علیہ عشاء کے نماز کے بعد 20 رکعت تراویح اور 3 رکعت وتر پڑھتے۔ (التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ 2/164)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ تراویح کے کم سے کم ترویحات 5 یعنی 20 رکعت تراویح ہے۔ اور اہل مدینہ 40 رکعت پڑھتے تھے، اور اس 40 رکعت کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ وہ اہل مکہ کے تامل کی وجہ سے طواف کی جگہ زیادہ نفل پڑھتے تھے۔ جبکہ اہل عراق حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے زمانے سے لے کر امام اسحاق بن راھویہ کے زمانے تک 5 ترویحات یعنی 20 رکعت تراویح ہی پڑھتے تھے۔ اس لیے اہل مکہ، اہل مدینہ اور اہل عراق متفقہ طور پر 20 رکعت تراویح مسنون پڑھتے اور اس پر اہل مکہ اور اہل مدینہ سنن غیر مسنونہ پڑھتے یا طواف کرتے تھے۔ اس لیے امام احمد بن حنبل کے قول سے لوگوں کو دھوکا دینا کہ جناب تراویح کا کوئی عدد تعیین نہیں غلط اور مردود ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق بات کہنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مخالفین کے دلائل کا تحقیقی جائزہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رمضان میں 8 رکعت والی روایت کا تحقیقی جائزہ

کفایت اللہ سنابلی کی پیش کردہ پہلی حدیث

کفایت اللہ سنابلی اپنی کتاب انوار التوضیح ص 21 تا 106 پہلی حدیث پیش کر کے بحث کرتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی 256) نے کہا:

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، كَيْفَ كَانَتْ صَلاَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ: «مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلاَ فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلاَ تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلاَ تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلاَثًا»

ابوسلمہ بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں کتنی رکعتیں پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے بتلایا کہ رمضان ہو یا کوئی اور مہینہ آپ گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی چار رکعت پڑھتے، تم ان کی حسن وخوبی اور طول کا حال نہ پوچھو، پھر چار رکعت پڑھتے، ان کی بھی حسن وخوبی اور طول کا حال نہ پوچھو، آخر میں تین رکعت (وتر) پڑھتے تھے۔ میں نے ایک بار پوچھا، یارسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ (صحیح البخاری (3/45): کتاب صلاۃ التراویح: باب فضل من قام رمضان، رقم 2013)۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تراویح کی مسنون رکعات آٹھ ہیں۔

بعض لوگ اس حدیث پر عمل نہ کرنے کا یہ بہانا بناتے ہیں کہ اس حدیث میں تہجد کی رکعات کا ذکر ہے نہ کہ تراویح کی رکعات کا۔

جواب:

گذارش ہے تراویح کے موضوع پر صحیح بخاری و صحیح مسلم کی روایت پر بحث خلط مبحث ہے۔ تراویح کے موضوع پر وضاحت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں نماز تراویح پڑھی جانے والی روایات سے ہوتی ہے۔ اس لیے مخالفین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ والی احادیث پیش کر کے تحقیق کو دوسری طرف لاجانے کی کوشش کرتے ہیں۔ سنابلی صاحب نے لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے اپنی کتاب انوار التوضیح ص 21 تا 106 اس حدیث کے بارے میں طویل بحث کرنی کی ناکام کوشش کی ہے اور وہ بھی اس لیے کہ عوام الناس کا دھیان اصل موضوع اور بحث سے ہٹ کر اسی طرف لگا رہے۔ غیر مقلدین حضرات ایک طرف تو 8 اور 11 کو مسنون کہنے پر زور لگاتے ہیں مگر خود اس کے برعکس جب روایات پیش کی جاتی ہیں تو بوکھلاہٹ کو شکار ہو کر 11 سے کم رکعت کو بھی مسنون کہنی کی نفی نہیں کرتے یعنی 11 سے کم تراویح 2.3.5.6.7. 8 جتنی بھی پڑھ لیں اس پر موصوف کفایت اللہ سنابلی صاحب انکار نہیں کرتے اس کو مسنون ہی کہتے ہیں۔ مگر 11 رکعت سے زیادہ تعداد پر ان کو مسلکی تعصب یاد آجاتا ہے۔ 11 سے زیادہ تعداد کسی روایت میں ثابت ہو تو اسے نوافل پر محمول کرتے ہیں۔ عجب تحقیق ہے کہ 11 سے کم مسنون اور 11 سے زائد تراویح پر نفل کا اطلاق؟ کفایت اللہ سنابلی صاحب کا دعوی پیش خدمت ہے۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب کا دعوی:

کفایت اللہ سنابلی صاحب کے نزدیک تراویح کی حد 11 رکعت ہے، ان کے نزدیک 11 رکعت سے زیادہ پڑھی نہیں جاسکتی اور 11 سے کم پر ان کو کوئی اعتراض نہیں۔ کفایت اللہ سنابلی صاحب نے اپنی کتاب انوارالتوضیح ص 149 پر لکھتے ہیں۔

”ہمارا موقف یہی ہے کہ گیارہ سے زائد رکعات پڑھنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے نہ رمضان میں نہ غیر رمضان میں، البتہ گیارہ سے کم رکعات کی ہم نفی کرتے ہی نہیں، لہٰذا اگر کسی روایت میں ملتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی روایت گیارہ سے کم تعداد میں رات کی نماز پڑھی تو یہ بات نہ تو حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف ہے اور نہ ہی حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے۔“

اس حوالہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کے نزدیک تراویح 11 رکعت سے کم تو مسنون ہوسکتی ہے مگر 11 رکعت سے زیادہ تراویح مسنون نہیں۔ جبکہ عوام الناس میں یہ دھوکا دیتے ہیں کہ تراویح پر کسی پر کوئی طعن نہیں ہے کیونکہ یہ نفلی نماز ہے اس میں کوئی عدد متعین نہیں ہے۔ موصوف کا دھوکا ملاحظہ کریں کہ عوام الناس میں تراویح کو نفل نماز کہہ کر اس کی عدد پر اختلاف نہ کرنے کو کہتے ہیں جبکہ خود زیادہ سے زیادہ 11 رکعت تراویح پر بضد ہیں۔

وضاحت:

مگر اس مقام پر مختصراً چند امور جاننے کی بہت اہمیت ہے۔

اول: غیر مقلدین حضرات اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے کسی بھی غیر علمی بات یا تاویل تک جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ قیام اللیل، نفل، تراویح، تہجد، اور وتر کو ویسے الگ الگ بیان کرتے ہیں مگر جس روایت میں 8 رکعت سے زیادہ تراویح ثابت ہو، اس کو تہجد، وتر، نفل اور قیام اللیل کہہ کر رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قارئین کرام یہ سمجھ لیں کہ محدثین کرام کے نزدیک اعمال کی بنیادی طور پر 2 اقسام پیش کرتے ہیں۔

1-فرض 2-نفل

جو اعمال فرائض میں سے نہ ہوان کو نفل کا نام دیا جاتا ہے، اور غیر فرائض میں واجب، سنت موکدہ، سنت غیر موکدہ اور مستحب شامل ہوتے ہیں۔

رات کی نماز کی متعدد رکعات احادیث کی روشنی میں:

آقا کریم ﷺ کا رات کی نماز میں مختلف رکعات ادا کرنا ثابت ہیں جس پر کچھ دلائل ملاحظہ کریں۔ یہ بھی نوٹ کریں کہ پیش کردہ روایات کے تراجم انہی غیر مقلدین کے علماء کے کیے ہوئے ہیں تاکہ مخالفین یہ بھی اعتراض نہ کر سکے کہ تراجم میں گڑھ بڑھ کی ہے۔

13 رکعات نفل ہر دو رکعت کے بعد سلام اور آخر میں وتر۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

764 حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة حدثنا غندر عن شعبة ح وحدثنا بن المثنى وبن بشار قالا حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن أبي جمرة قال سمعت بن عباس يقول * كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي من الليل ثلاث عشرة ركعة.

مفہوم: نبی کریم ﷺ نے رات کو 13 رکعات نماز پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم 1803)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان 13 رکعات کی تفصیل بھی بتائی ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ وِسَادَةٍ وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا فَنَامَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَرِيبًا مِنْهُ فَاسْتَيْقَظَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَصَنَعْتُ مِثْلَهُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي وَأَخَذَ بِأُذُنِي يَفْتِلُهَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ

(صحیح بخاری 992 صحیح مسلم 1788)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں آپ ﷺ کی بائیں جناب کھڑا ہوگیا، آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے کان سے پکڑتے ہوئے مجھے دائیں طرف کھڑا کر دیا، پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتین پڑھیں،، پھر دو رکعتین پڑھیں، پھر دو رکعتین پڑھیں، پھر دو رکعتین پڑھیں، پھر اسے وتر کر کے نماز پڑھی، اس کے بعد آپ نے آرام فرمایا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس موذن آگیا، پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور ہلکی سی دو رکعتین ادا کیں پھر مسجد تشریف لے گئے اور نماز فجر پڑھائی۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب کی موشگافیاں:

اس حدیث میں کیونکہ 13 رکعت کا اثبات تھا اس لیے کفایت اللہ سنابلی صاحب نے ایک دوسری روایت کا کچھ متن لیا، پھر تیسری روایت کا متن لیا اور پھر قیاس کرتے ہوئے اپنی ہی ایک تطبیق پر مطمئن ہونے کی کوشش کی۔ نہ ہی وہ تطبیق بنتی ہے اور نہ اس پر زیادہ کلام کرنے کی ضرورت ہے۔

اول:

صحیح بخاری رقم الحدیث 992 میں تیرہ رکعت رات کی نماز ثابت ہے۔ اب اس تیرہ رکعت نماز کے بارے میں کفایت اللہ سنابلی نے انوار التوضیح ص 63 پر صحیح بخاری رقم الحدیث

117 بیان کی ہے جس میں احناف کی بحث ہو چکی ہے۔

حدثنا آدم قال حدثنا شعبة قال حدثنا الحكم قال سمعت سعيد بن جبير عن ابن عباس قال بت في بيت خالتي ميمونة بنت الحارث زوج النبي صلى الله عليه وسلم وكان النبي صلى الله عليه وسلم عندها في ليلتها فصلى النبي صلى الله عليه وسلم العشاء ثم جاء إلى منزله فصلى أربع ركعات ثم نام ثم قام ثم قال نام الغليم او كلمة تشبهها ثم قام فقمت عن يساره فجعلني عن يمينه فصلى خمس ركعات ثم صلى ركعتين ثم نام حتى سمعت غطيطه او خطيطه ثم خرج إلى الصلاة۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث 117)

ترجمہ: ہم سے آدم نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم کو شعبہ نے خبر دی ان کو حکم نے کہا میں نے سعید بن جبیر سے سنا وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ ایک رات میں نے اپنی خالہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا زوجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گزاری اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اس دن) ان کی رات میں ان ہی کے گھر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز مسجد میں پڑھی۔ پھر گھر تشریف لائے اور چار رکعت پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے، پھر اٹھے اور فرمایا کہ (ابھی تک یہ) لڑکا سو رہا ہے یا اسی جیسا لفظ فرمایا۔ پھر آپ (نماز پڑھنے) کھڑے ہو گئے اور میں (بھی وضو کر کے) آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے داہنی جانب (کھڑا) کر لیا، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ رکعت پڑھیں۔ پھر دو پڑھیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔ یہاں تک کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خراٹے کی آواز سنی، پھر آپ کھڑے ہو کر نماز کے لیے (باہر) تشریف لے آئے۔

صحیح بخاری رقم الحدیث 117 میں نماز کی رکعات کا بیان 4 رکعت، 5 رکعت اور 2 رکعت کا ہوا۔

- 4 رکعت عشاء کی سنت

(8 رکعت کا ذکر نہیں۔ بقول سنابلی صاحب راوی کا اختصار ہے۔)

- 5 رکعت وتر
- 2 رکعت نفل

یہ نوٹ کریں کہ موصوف کفایت اللہ سنابلی صاحب 5 عدد رکعات وتر تسلیم کیا ہے مگر 8 رکعت تراویح کا کہیں ثبوت نہیں۔ سنابلی صاحب یہ سمجھانا چاہ رہے ہیں کہ اس روایت میں 8 رکعت تراویح ذکر نہیں کیونکہ راوی نے اختصار سے کام لیا ہے۔

نوٹ:

قارئین کرام آپ اس بحث میں 5 رکعت وتر کو ذہن نشین کر لیں کیونکہ یہ نکتہ اس لیے اہم ہے کہ موصوف کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنے کتاب انوار التوضیح ص 16 پر مقدمہ میں یہ بات ترجیح دیتے ہوئے تسلیم کرتے ہیں کہ تراویح 8 مع وتر 3 کل 11 رکعات کو ہی مسنون کہتے ہیں۔ اب وتر کو 1 یا 5 کہنا کس طرح مسنون ہوگا؟

دوم:

اب جناب کفایت اللہ سنابلی صاحب نے اس اعتراض کو رفع کرنے کے لیے الزام روایت کے راوی سعید بن جبیر یا ان کے شاگرد پر ڈال دیا کہ انہوں نے روایت میں اختصار کیا ہے اور 4 رکعت عشاء کی سنت کے بعد 4 رکعت نفل بعد ذکر نہیں کیا۔

(اس مقام پر بھی قارئین کرام غور کریں کہ 5 رکعت وتر پر کوئی تبصرہ نہیں)

اب موصوف نے اس 4 رکعت نفل کے ذکر نہ ہونے کو رفع کرنے کے لیے سنن نسائی الکبریٰ رقم 1342 پیش کی ہے اور اس میں دو دو رکعات کی کل 8 رکعات اور 5 رکعات وتر پڑھنے

ب محقق شعیب الارنووط کی ترقیم کے ساتھ سنن نسائی الکبریٰ حدیث نمبر 1344 ہے۔

کا اقرار کیا۔ اس بارے میں کفایت اللہ سنابلی صاحب نے لکھا کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے ان آٹھ میں 4 ابتدائی عشاء کی رکعات کا شمار کیا۔

- 8 رکعت نفل (2،2 رکعت نماز)
- 5 رکعت وتر

کفایت اللہ سنابلی صاحب نے سنن نسائی الکبری رقم 1342 کی یہ حدیث اس لیے پیش کی کہ اس میں اگرچہ 4 رکعت عشاء کی سنتوں کا ذکر نہیں ہے مگر 8 رکعت کا ذکر ہے اور یہ وہ 8 رکعت ہیں جس کو صحیح بخاری میں کسی راوی نے بیان نہیں کیا۔

اب کفایت اللہ سنابلی صاحب کے اس نکتہ سے یہ بات تو ثابت ہوتی ہے کہ دن رات صرف صحیح بخاری و صحیح مسلم کی بات کرنے والوں کا اپنا موقف ثابت نہ ہوا تو سنن الکبری النسائی کا حوالہ پیش کیا۔ بالفرض کفایت اللہ سنابلی صاحب کا یہ موقف مان بھی لیں تو ادھر بھی وہی نکتہ ابھی قائم ہے کہ موصوف تو 3 وتر مسنون کے قائل ہیں اور ادھر 5 وتر کا اثبات ہے۔ مزید یہ کہ سنن نسائی الکبری میں بھی یہ ثابت نہیں کہ وہ 8 رکعت کس نوعیت کی تھیں؟ کیا ان 8 میں 4 رکعت عشاء کی سنت کے نہیں ہو سکتے؟ اور یہ یاد رہے کہ خود کفایت اللہ سنابلی سونے کے بعد عشاء کی رکعات کے پڑھنے کو اپنی کتاب میں تسلیم کرتا ہے۔ اب احتمالات اور ممکنات پر موصوف اپنا موقف ثابت کرتے ہیں۔ جناب اہل سنت کو قیاس کرنے پر مطعون کر کے خود قیاس تو کیا احتمال کی بنیاد پر اپنا دعوی ثابت کر رہے ہیں؟ مگر اس قیاس باطل کے باوجود بھی آپ کا موقف ثابت نہیں ہوتا کیونکہ سنن نسائی الکبری 1342 کے متن سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ 8 رکعات بطور نفل تھے؟ یا بطور عشاء کی سنت؟

اس لیے ایسے دلائل سے اپنے حوارین کو خوش کر سکتے ہیں مگر ان کا تحقیق میدان میں کوئی حیثیت نہیں۔

حضرت زید بن خالد الجھنی رضی اللہ عنہ کی روایت:

حضرت زید بن خالد الجھنی رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح 13 رکعت بغیر بغیر عشاء کی نماز اور علاوہ فجر کی سنت کی حدیث بیان کی ہے۔

وحدثنا قتيبة بن سعيد عن مالك بن أنس عن عبد الله بن أبي بكر عن أبيه أن عبد الله بن قيس بن مخرمة أخبره عن زيد بن خالد الجهني أنه قال * لأرمقن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم الليلة فصلى ركعتين خفيفتين ثم صلى ركعتين طويلتين طويلتين طويلتين ثم صلى ركعتين وهما دون اللتين قبلهما ثم صلى ركعتين وهما دون اللتين قبلهما ثم صلى ركعتين وهما دون اللتين قبلهما ثم صلى ركعتين وهما دون اللتين قبلهما ثم أوتر فذلك ثلاث عشرة ركعة.

ترجمہ: سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز دیکھوں گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت ہلکی پڑھیں پھر دو رکعت پڑھیں اور لمبی سے لمبی اور لمبی سے لمبی پھر دو رکعت اور کہ وہ ان سے کم تھیں پھر دو اور کہ وہ ان سے بھی کم تھیں پھر دو اور کہ وہ ان سے بھی کم تھیں پھر دو اور کہ وہ ان سے بھی کم تھیں پھر وتر پڑھا یہ سب تیرہ رکعات ہوئیں۔

(صحیح مسلم 1804)

کفایت اللہ سنابلی صاحب کی موشگافیاں

کفایت اللہ سنابلی صاحب سے اس حدیث کو کوئی جواب نہیں ہوا، اس لیے اپنی کتاب انوار التوضیح ص 69 پر لکھتے ہیں۔

اس حدیث میں یہ صراحت نہیں کہ یہ تیرہ رکعات، سنت عشاء کے علاوہ تھیں۔

جواب:

گذارش ہے کہ علمی وتحقیق میدان میں دلائل سے بات کی جاتی ہے۔ایسی باتوں دعوی کا ثبوت اور مخالفین کی دلیل کا رد نہیں ہوسکتا ہے۔ ویسے بھی آپ نے پوری کتاب لکھی ہی اپنی فہم سے ممکنات اور قیاس کی وجہ سے۔ پوری کتاب میں آپ نے کوئی صریح دلیل پیش نہیں کی اور اب اس روایت کو صرف اپنے قیاس کی وجہ سے رد کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ جناب پیش کردہ روایت کا جواب ہے تو عوام الناس کے سامنے پیش کریں۔ ایسا ہے یا ویسا ہے، سے دعوی ہرگز ثابت نہیں ہوگا۔

سنابلی صاحب کا تطبیق دینا:

کفایت اللہ سنابلی صاحب انوار التوضیح ص 76 پر لکھتے ہیں۔

ہمارے نزدیک راجح اور اقرب علی الصواب بات یہی ہے کہ گیارہ اور تیرہ رکعات سے متعلق جملہ روایات میں تطبیق کی صورت یہی ہے کہ تیرہ والی روایت میں یا تو سنت عشاء یا سنت فجر کی دو رکعات بھی شمار کی گئی ہیں۔

جواب:

گذارش ہے کہ آپ نے دراصل 11 کا عدد کا ثبوت دینا ہے اس لیے 13 رکعت میں اضافی دو رکعت کے بارے میں یہ تطبیق یا وضاحت دینا چاہتے ہیں کہ یہ دو رکعت یا تو فرض عشاء کے بعد کی 2 سنتیں ہیں یا پھر فرض فجر سے پہلے 2 رکعت سنت۔ مگر شاید موصوف بھول گئے کہ اگر 13 رکعت میں سے 11 کو تراویح یا قیام اللیل کو مان لیا جائے تو موصوف نے خود جو روایات پیش کیں ہیں اس میں وتر کی تعداد 5 ہے۔ اس طرح تو تراویح کی رکعات 6 بنتی ہیں۔ جبکہ آپ مسنون 8 تراویح اور 3 وتر کے قائل ہیں۔ ایک ہی دعوی کے ایک حصہ کو آپ اپنی ہی پیش کردہ روایات سے غلط ثابت کر رہے ہیں۔ اور اگر دعوی کے دوسرے حصہ یعنی 5 رکعت وتر کو مان لیا جائے تو پھر

تراویح کی 6 رکعات مسنون تسلیم کریں گے؟ حالانکہ آپ کا دعوی 8 رکعت تراویح اور 3 رکعت وتر مسنون کا ہے۔ اس لیے ایسی دلیل اپنے لوگوں کو خوش کرنے کے لیے ضرور پیش کریں مگر یاد رہے کہ ایسی دلیل کی علمی میدان میں کوئی حیثیت نہیں۔

جب کفایت اللہ سنابلی صاحب کی پیش کردہ روایت سے ان کی دعوی ہی ثابت نہیں ہوتا تو اس پر مزید بحث کہ مذکورہ روایت کا تعلق تہجد سے ہے یا تراویح سے؟ یا تراویح اور تہجد الگ الگ ہیں یا ایک نماز؟ کوئی ضروری نہیں۔ البتہ رات کی نماز کے بارے میں چند مزید روایات پیش خدمت ہیں، جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ رات کی نماز میں اعمال اور وتر کی تعداد غیر مقلدین حضرات کے دعوی کے برعکس ہے۔

13 رکعات، ہر دو رکعات کے بعد سلام، آخری پانچ رکعتیں ایک ہی تشہد

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر دو رکعات کے بعد سلام، اور آخری پانچ رکعتین ایک ہی تشہد کے ساتھ۔

وحدثنا ابو بکر بن ابی شیبة. وابو کریب. قالا : حدثنا عبد اللہ بن نمیر ح. وحدثنا ابن نمیر. حدثنا ابی. حدثنا هشام. عن ابیه. عن عائشة. قالت : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم. "يصلي من الليل ثلاث عشرة ركعة. يوتر من ذلك بخمس. لا يجلس في شيء إلا في آخرها".

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت پڑھتے پانچ ان میں سے وتر ہوتیں کہ بیٹھتے مگر ان کے آخر میں۔

(صحیح مسلم 1720)

اس روایت سے وتر کی تعداد 5 ثابت ہوتی ہے جبکہ کفایت اللہ سنابلی صاحب نے مسنون تراویح 8 رکعت اور 3 رکعت وتر کا موقف لکھا ہے۔ مزید یہ کہ موصوف پیش کردہ روایت 8 رکعت. 5 وتر رکعات میں کس کے بارے میں یہ کہیں گے کہ اس میں عشاء کے دو سنتیں یا فجر سے قبل کی 2

سنتیں ہیں؟ اور یہ یاد رہے کہ 5 رکعت وتر میں تو کوئی تخصیص اس لیے بھی نہیں ہو سکتی کہ اس میں 5 رکعات کو ایک تشہد کے ساتھ پڑھنے کا ذکر ہے۔ اس لیے یہ دلیل بھی کفایت اللہ سنابلی صاحب کے خلاف ثابت ہوئی۔

9 رکعات، تشہد صرف آخری رکعت میں پھر ایک سے وتر بنایا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں روایت ہے کہ

قال قلت یا أم المؤمنین أنبئینی عن وتر رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت کنا نعد له سواکه وطهوره فیبعثه الله ما شاء أن یبعثه من اللیل فیتسوك ویتوضأ ویصلی تسع رکعات لا یجلس فیها إلا فی الثامنة فیذکر الله ویحمده ویدعوه ثم ینهض ولا یسلم ثم یقوم فیصلی التاسعة ثم یقعد فیذکر الله ویحمده ویدعوه ثم یسلم تسلیما یسمعنا ثم یصلی رکعتین بعد ما یسلم وهو قاعد فتلك إحدی عشرة رکعة یا بنی فلما سن نبی الله صلی الله علیه وسلم وأخذه اللحم أوتر بسبع وصنع فی الرکعتین مثل صنیعه الأول.

ترجمہ:۔۔۔اے ام المؤمنین! خبر دیجئے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کی۔ تب انہوں نے فرمایا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسواک اور وضو کا پانی تیار رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چاہتا اٹھا دیتا تھا رات کو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرتے تھے اور وضو، پھر نو رکعت پڑھتے تھے نہ بیٹھتے اس میں مگر آٹھویں رکعت کے بعد اور یاد کرتے اللہ تعالیٰ کو اور اس کی حمد کرتے اور دعا کرتے (یعنی تشہد پڑھتے) پھر کھڑے ہو جاتے اور سلام نہ پھیرتے اور نویں رکعت پڑھتے پھر بیٹھتے اور اللہ کو یاد کرتے اور اس کی تعریف کرتے اور اس سے دعا کرتے اور اس طرح سلام پھیرتے کہ ہم کو سنا دیتے (تا کہ سوتے جاگ اٹھیں) پھر دو رکعت پڑھتے اس کے بعد۔ بیٹھے بیٹھے بعد سلام کے۔ غرض یہ گیارہ رکعات ہوئیں اے

میرے بیٹے! پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر زیادہ ہوگئی اور بعد میں گوشت آ گیا، سات رکعات وتر پڑھنے لگے اور دو رکعتیں ویسی ہی پڑھتے جیسے اوپر ہم نے بیان کیں۔ غرض یہ سب نو رکعتیں ہوئیں۔ اے میرے بیٹے! (یعنی سات وتر و تہجد کی اور دو بعد وتر کے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب کوئی نماز پڑھتے اس پر ہمیشگی کرتے۔ (صحیح مسلم 1739)

7 رکعات وتر، تشہد آخر رکعت میں

حضرت عائشہ روایت بیان کرتی ہیں۔

حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة، حدثنا محمد بن بشر، حدثنا سعید بن ابی عروبة، عن قتادة، عن زرارة بن اوفی، عن سعد بن هشام، قال: سالت عائشة، قلت: یا ام المؤمنین، افتینی عن وتر رسول الله صلی الله علیه وسلم، قالت: "كنا نعد له سواكه وطهوره، فيبعثه الله فيما شاء ان يبعثه من الليل، فيتسوك ويتوضأ، ثم يصلي تسع ركعات لا يجلس فيها إلا عند الثامنة، فيدعو ربه فيذكر الله ويحمده ويدعوه ثم ينهض ولا يسلم، ثم يقوم فيصلي التاسعة، ثم يقعد فيذكر الله ويحمده ويدعو ربه ويصلي على نبيه، ثم يسلم تسليما يسمعنا، ثم يصلي ركعتين بعد ما يسلم وهو قاعد، فتلك إحدى عشرة ركعة، فلما اسن رسول الله صلى الله عليه وسلم، واخذ اللحم اوتر بسبع، وصلى ركعتين بعد ما سلم".

ترجمہ: سعد بن ہشام کہتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ام المؤمنین! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وتر کے بارے میں بتائیے۔ تو انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسواک اور وضو کا پانی تیار رکھتے۔ پھر اللہ تعالیٰ جب چاہتا رات میں آپ کو بیدار کر دیتا۔ آپ مسواک اور وضو کرتے۔ پھر نو

رکعتیں پڑھتے، بیچ میں کسی بھی رکعت پر نہ بیٹھتے، ہاں آٹھویں رکعت پر بیٹھتے، اپنے رب سے دعا کرتے، اس کا ذکر کرتے اور حمد کرتے ہوئے اسے پکارتے، پھر اٹھ جاتے، سلام نہ پھیرتے اور کھڑے ہو کر نویں رکعت پڑھتے۔ پھر بیٹھتے اور اللہ کا ذکر اور اس کی حمد وثنا کرتے، اور اپنے رب سے دعا کرتے، اور اس کے نبی پر درود (صلاۃ) پڑھتے، پھر اتنی آواز سے سلام پھیرتے کہ ہم سن لیتے، سلام پھیرنے کے بعد بیٹھے بیٹھے دو رکعت پڑھتے، یہ سب گیارہ رکعتیں ہوئیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر زیادہ ہوگئی، اور آپ کا جسم مبارک بھاری ہوگیا، تو آپ سات رکعتیں وتر پڑھتے اور سلام پھیرنے کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔ (ابن ماجہ 1191)

7 رکعت اور چھٹی رکعت میں تشہد۔

حضرت عائشہ رضی اللہ فرماتی ہیں۔

أَنَّ عَائِشَةَ سُئِلَتْ عَنْ وِتْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَتْ: »كُنَّا نُعِدُّ لَهُ سِوَاكَهُ وَطَهُورَهُ. فَيَبْعَثُهُ اللهُ لِمَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَهُ مِنَ اللَّيْلِ. فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّأُ. ثُمَّ يُصَلِّي سَبْعَ رَكَعَاتٍ. وَلَا يَجْلِسُ فِيهِنَّ إِلَّا عِنْدَ السَّادِسَةِ. فَيَجْلِسُ وَيَذْكُرُ اللَّهَ وَيَدْعُو.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے وتر کے بارے میں پوچھا گیا ہے تو انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ سات رکعت وتر پڑھتے مگر چھٹی رکعت پر تشہد فرماتے تھے۔

(صحیح ابن حبان 2441)

5 رکعات، ان میں تشہد آخری رکعت پر

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان فرماتی ہیں۔

وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة. وابو كريب. قالا: حدثنا عبد الله بن نمير. ح. وحدثنا ابن نمير. حدثنا ابي. حدثنا هشام. عن ابيه. عن

عائشة. قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم، "يصلي من الليل ثلاث عشرة ركعة. يوتر من ذلك بخمس، لا يجلس في شيء إلا في آخرها".

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت پڑھتے پانچ ان میں سے وتر ہوتیں کہ بیٹھتے مگر ان کے آخر میں۔

(صحیح مسلم 1720)

اعتراض:

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ وتر پر بھی صلاۃ اللیل کا اطلاق ہوا ہے کیونکہ چند روایات اس پر پیش کی جاتی ہیں۔

کچھ احادیث ملاحظہ ہوں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ پوری صلاۃ اللیل پر بھی وتر کا اطلاق ہوا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ »: صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلَّى رَكْعَةً وَاحِدَةً تُوتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلَّى «

(صحیح البخاری 2/24)

امام مسلم روایت کرتے ہیں۔

عَنْ جَابِرٍ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »: مَنْ خَافَ أَنْ لَا يَقُومَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ أَوَّلَهُ، وَمَنْ طَمِعَ أَنْ يَقُومَ آخِرَهُ فَلْيُوتِرْ آخِرَ اللَّيْلِ، فَإِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُودَةٌ، وَذَلِكَ أَفْضَلُ «

(صحیح مسلم 2/520)

ان دونوں احادیث میں پوری صلاۃ اللیل پر وتر کا اطلاق ہوا ہے۔

جواب:

گذارش ہے کہ غیر مقلدین نے 11 کا عدد ثابت کرنے کے لیے ہر اصول کی نفی ضرور کرنی ہے۔ جس روایات سے وتر کا 7،5 یا 9 عدد ثابت ہوتا ہے۔ اس کو یہ لوگ قیام اللیل کے ضمن میں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بالفرض اگر وتر پر قیام الیل یا قیام الیل پر وتر کا اطلاق مان لیا جائے تو پھر ہماری پیش کردہ روایت میں 5،7، 9 وتر پڑھنے کا طریقہ کار ہے وہ آپ کے وضع کردہ اصول کو غلط ثابت کرتا ہے۔ ان روایت میں یہ ثابت ہے کہ 9 رکعات میں آخری رکعت میں تشہد کیا، 7 رکعات وتر میں تشہد آخر رکعت میں، 7 رکعات میں چھٹی رکعت میں تشہد، 5 رکعات میں تشہد آخری رکعت پر۔

اب پیش کردہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات تو آپ کے اعتراض اور دعوی دونوں کے برخلاف ہیں۔ مزید یہ بھی کہ ان روایات میں تو جس طرح 9، یا 7 یا 6 یا 5 عدد وتر اور اس کا طریقہ کار ہے وہ بھی موصوف کے موقف کے خلاف ہے کیونکہ اول تو موصوف کا دعوی ہے کہ مسنون تراویح 8 اور 3 رکعت ہے۔ جبکہ ان روایت میں تو وتر کی تعداد 5، 6،7، 9 ایک ہی سلام کے ساتھ ثابت ہے اور اگر ان وتر والی رکعات سے قیام الیل کی دلیل لینی ہے تو پھر ان رکعات کے پڑھنے کا طریقہ کار ہی آپ کے خلاف ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ کفایت اللہ سنابلی کی پیش کردہ روایت سے 11 رکعت تراویح مسنون ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

رات کی نماز کی تعداد؟

یہ نکتہ بھی بہت اہم ہے کہ نبی کریم ﷺ کی رات کی نماز چاہے رمضان ہو یا غیر رمضان وہ کتنی ہوتی تھی؟

تحقیق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کفایت اللہ سنابلی کی پیش کردہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو 11 رکعت سے زیادہ نہ پڑھنے کی روایت ہے اس پر دیگر صحابہ کرام نے مختلف

روایات بیان کی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں 13 رکعت کی نماز ثابت ہے جس میں نہ تو عشاء کی نماز شامل ہے اور نہ ہی فجر سے قبل 2 رکعات سنت۔ اس پر روایت پر گمان کے طور پر کوئی حکم لگانا یا قیاس کرنا غیر مقلدین حضرات کے اپنے ہی منہج کے خلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں روایت ہے کہ جس میں آقا کریم ﷺ سے کوئی معین تعداد کی نماز کی نفی ہوتی ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے۔

حدثنا محمد بن المثنى، حدثنا محمد بن جعفر، حدثنا شعبة، قال سمعت عقبة بن حريث، قال سمعت ابن عمر يحدث، ان رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال "صلاة الليل مثنى مثنى، فإذا رايت ان الصبح يدركك فاوتر بواحدة". فقيل لابن عمر: ما مثنى مثنى؟ قال: ان تسلم فى كل ركعتين"

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رات کی نماز دو دو رکعت ہے پھر جب تجھے معلوم ہو کہ صبح آ پہنچی تو ایک رکعت وتر پڑھ لے۔" سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ دو دو رکعت کے کیا معنی ہیں؟ انہوں نے کہا: ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتا جائے۔

(صحیح مسلم 1763)

اس مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ رات سے لے کر صبح تک قیام اللیل میں نبی کریم ﷺ کو جتنا وقت بھی میسر ہوتا اس میں 2، 2 رکعات کر کے نماز پڑھتے، اور ہر دو رکعات کے بعد سلام پھیرتے۔ اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ وقت میسر کے تحت قیام اللیل کی ادائیگی میں رکعات کا اضافہ ہوتا رہتا۔ جن صحابہ نے جو دیکھا اس کو بیان کر دیا۔ مگر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے علی الاطلاق 8 یا 11 کا تعین کرنا اور پھر اس تعداد کو اپنے مسلکی حمایت میں ہی مسنون کہنے پر بضد ہونا مناسب عمل نہیں۔

صحیح مسلم رقم الحدیث 1763 میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کا یہ حصہ کہ "فاذا رایت ان الصبح یدرکك فاوتر بواحدۃ پھر جب تجھے معلوم ہو کہ صبح آپہنچی تو ایک رکعت وتر پڑھ لے" بھی بہت اہم ہے کیونکہ یہ روایت اس بات کی بھی وضاحت کر رہی ہے کہ ایک رکعت وتر پڑھنا کن معنوں اور کس پس منظر میں ہے۔)

یہ بات یاد رہے کہ مسنون تراویح کی تعداد کا تعین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوتا ہے کیونکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہونے کی حیثیت سے ان افعال کا زیادہ مشاہدہ رکھتے تھے اور انہی کے فیصلہ پر دیگر صحابہ کرام نے اتفاق کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے صحیح اسانید سے 20 رکعت تراویح ثابت ہے۔

مزید یہ کہ جس تابعی یا تبع تابعی نے رات کے نوافل میں اضافہ کیا، انہوں نے 20 رکعت کو مسنون مان کر ہی اس پر نوافل زائدہ کی ادائیگی کی جس کی وجہ علامہ عینی نے البنایہ اور دیگر علماء نے بیان کی ہے۔

پھر دیگر روایات سے جو رکعات اور افعال ثابت ہوئے اس پر غیر مقلدین حضرات کا بالکل ہی عمل نہیں ہے۔ کفایت اللہ سنابلی صاحب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث پر پیش کیے جانے والے اعتراضات کے جوابات میں بہت زور لگایا مگر اس کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ جناب کی پیش کردہ روایت سے ان کا دعویٰ ہی ثابت نہیں ہوتا۔

اس تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ ایک تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے ایک طرق کو پیش کر کے دیگر روایات کو نظر انداز کرنا علمی خیانت ہے۔

کفایت اللہ سنابلی کی پیش کردہ دوسری حدیث کا تحقیقی جائزہ

کفایت اللہ سنابلی اپنی کتاب انوار التوضیح ص 117 پر دوسری حدیث پیش کرتے ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی 261) نے کہا:

حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ» كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ - وَهِيَ الَّتِي يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ - إِلَى الْفَجْرِ، إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ، فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ، وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ، وَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ، قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ، حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْإِقَامَةِ.«

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد سے فجر کی نماز کے درمیان تک گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے اور ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے اور ایک رکعت کے ذریعہ وتر بنالیتے پھر جب مؤذن فجر کی اذان دے کر خاموش ہو جاتا تو فجر ظاہر ہو جاتی اور مؤذن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر ہلکی ہلکی دو رکعت پڑھتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ مؤذن اقامت کہنے کے لئے آتا۔

(صحیح مسلم (1/508): کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا : باب صلاۃ اللیل، وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیل، وأن الوتر رکعۃ، وأن الرکعۃ صلاۃ صحیحۃ رقم 736)۔

اس حدیث میں عموم کے ساتھ یہ بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء اور فجر کے بیچ صرف گیارہ رکعات مع وتر پڑھتے تھے۔ اس عموم میں رمضان کی تراویح بھی شامل ہے کیونکہ تراویح وہی نماز ہے جسے عام دنوں تہجد کہا جاتا ہے۔ اس بارے میں تفصیل گذشتہ حدیث کے ضمن گذر چکی ہے۔

جواب:

گذارش ہے کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح بخاری سے پہلی حدیث پیش کی اس کے ضمن میں تفصیل سے ان کے سارے دھوکے عوام الناس کے سامنے پیش کر دیے گئے ہیں۔ پہلی حدیث کے ضمن میں ان ابحاث کو تفصیل سے ملاحظہ کریں۔

مزید یہ کہ غیر مقلدین حضرات کو جب بھی اپنا موقف ثابت کرنا ہو تو خاص بحث کو عموم کے تحت لانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب اپنے موقف کے خلاف کوئی روایات ہو تو شور مچاتے ہیں کہ خاص موضوع پر خاص ہی روایت چاہیے۔

اس روایت میں الفاظ" وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ یعنی رایک رکعت کے ذریعہ وتر بنالیتے" بہت اہم ہے۔ ایک رکعت سے وتر بنانا اور ایک رکعت وتر کا اصل ہونے میں فرق ہے۔

بہر حال صحیح مسلم کی پیش کردہ روایت کے جواب پہلی حدیث کے جوابات کے ضمن میں دے گئے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ کی روایت کا تحقیقی جائزہ

کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار التوضیح ص 119 پر تیسری حدیث حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے پیش کرتے ہیں۔

امام ابن خزیمۃ رحمہ اللہ (المتوفی 311) نے کہا:

نا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ كُرَيْبٍ. نا مَالِكٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ، نا يَعْقُوبُ. ح وَثنا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعِجْلِيُّ، نا عُبَيْدُ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ مُوسَى، نا يَعْقُوبُ وهو ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْقُمِّيُّ، عَنْ عِيسَى بْنِ جَارِيَةَ. عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ وَالْوِتْرَ. فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْقَابِلَةِ اجْتَمَعْنَا فِي الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا أَنْ يَخْرُجَ إِلَيْنَا. فَلَمْ نَزَلْ فِي الْمَسْجِدِ حَتَّى أَصْبَحْنَا. فَدَخَلْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقُلْنَا لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، رَجَوْنَا أَنْ تَخْرُجَ إِلَيْنَا فَتُصَلِّيَ بِنَا. فَقَالَ: «كَرِهْتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمُ الْوِتْرُ»

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی نے ہمیں رمضان میں آٹھ رکعات تراویح اور وتر پڑھائی پھر اگلی بار ہم مسجد میں جمع ہوئے اور یہ امید کی کہ اللہ کے نبی ہمارے پاس (امامت کے لئے) آئیں گے یہاں تک کہ صبح ہوگئی، پھر اللہ کے نبی ﷺ ہمارے پاس آئے تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول، ہمیں امید تھی کہ آپ ہمارے پاس آئیں گے اور امامت کرائیں گے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے خدشہ ہوا کہ وتر تم پر فرض نہ کر دی جائے۔

(صحیح ابن خزیمۃ 2/ 138 رقم 1070)

عیسی بن جاریہ کے بارے میں محدثین کرام کی جرح

عیسی بن جاریہ کے ضعف، منکر اور نکارت والی روایات کے بارے میں محدثین کرام کی جروحات ملاحظہ کریں۔

امام محمد بن طاہر	لا يتابع عليه منكر	ذخیرۃ الحفاظ 3/1521
	ليس بذلك	ذخیرۃ الحفاظ 1/482
علامہ ہیثمی	ضعفه ابن معين وأبو داود ووثقه أبو زرعة وابن حبان	مجمع الزوائد 2373
	وثقه ابن حبان وغيره وضعفه ابن معين	مجمع الزوائد 3/402
علامہ ذہبی	مختلف فيه	الکاشف 4368
	وهو مُقِلّ.	تاریخ الإسلام 3/293
	قال النسائي :متروك	دیوان الضعفاء 3270
	إسناده وسط	میزان الاعتدال 3/310
ابن معین	وحديثه ليس بذاك	تاریخ ابن معین 4810
	ليس حديث ... بذاك لا أعلم	الجرح والتعدیل 6/273
	عنده أحاديث مناكير يحدث عنه يعقوب القمي	تاریخ الدوری 4/369
	ليس بشيء	سوالات ابن الجنید ص302

امام نسائی	مُنکر	الضعفاء والمتروکون 423
ابن حجر عسقلانی	فیہ لین	تقریب التہذیب 5288
ابوداود	منکر الحدیث	تہذیب الکمال 22/589
ابن عدی	وکلھا غیر محفوظة	الکامل 6/436

اس کے علاوہ محدث عقیلی، محدث ابن الجوزی، اور محدث ساجی نے عیسیٰ بن جاریہ کو ضعفاء میں لکھا ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ جمہور محدثین کرام کے نزدیک عیسیٰ بن جاریہ متکلم فیہ راوی ہے اور اس کی منفرد روایت قابل حجت نہیں ہوتی۔

ضعیف راویوں کی کتب پر الزامی جواب:

کفایت اللہ سنابلی صاحب انوار التوضیح ص 135 پر لکھتے ہیں۔

امام عقیلی نے ضعفاء میں اس راوی کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن خود کوئی جرح نہیں کی ہے۔ اور محض ضعفاء والی کتاب میں کسی راوی کے تذکرہ سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں ہے کہ ضعفاء کے مؤلف کی نظر میں یہ راوی ضعیف ہے۔ (یہی معاملہ ابن الجوزی اور امام ساجی کا بھی ہے۔) دیکھئے ہماری کتاب: یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ: ص 675 تا 677

جواب:

گذارش ہے کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنے مسلک کے ایک دوسرے عالم کی تحریر بھی ملاحظہ کریں کہ مسلکی حمایت میں غیر مقلدین حضرات کیا کیا کرتے ہیں؟

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں۔

ذہبیؒ نے "دیوان الضعفاء" میں ابو یوسف کا کوئی دفاع نہیں کیا۔ جب کہ تلخیص المستدرک میں اسے حسن الحدیث کہا ہے۔ یہ دونوں تحقیقات باہم متعارض ہو کر ساقط

ہوگئیں۔(الحدیث ش ۱۹ ص ۵۳)

علی زئی صاحب علامہ ذہبی کا دیوان الضعفاء میں دفاع نہ کرنے کو جرح سمجھتے ہیں۔اب کتاب الضعفاء کے معاملے کو غیر مقلدین حضرات خود ہی حل کریں۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب نے اپنی کتاب انوار التوضیح ص 125 تا ص 135 ان توثیقی اقوال پر اپنے نام نہاد اور دھوکے پر مبنی اعتراضات پیش کرتے ہوئے جو علمی شگوفے پیش کیے ہیں وہ ملاحظہ کیجئے۔

ابن معین کے قول پر تحقیق:

کفایت اللہ سنابلی صاحب ص 125 لکھتے ہیں۔

امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی 233) نے کہا:

عيسى بن جارية عنده أحاديث مناكير

عیسی بن جاریہ،ان کے پاس منکر احادیث ہیں۔

(تاریخ ابن معین،روایۃ الدوری 4 :/369)

ان الفاظ میں عیسی بن جاریہ پر براہ راست جرح نہیں ہے کیونکہ امام ابن معین نے کہا ہے کہ ان کے پاس منکر احادیث ہیں،اور کسی کے پاس محض منکر احادیث کا ہونا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ وہ راوی منکر الحدیث ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی 748) نے کہا:

ما كل من روى المناكير يضعف

ایسا نہیں ہے کہ جس کسی نے بھی منکر احادیث روایت کی وہ ضعیف قرار پائے گا(میزان الاعتدال للذہبی 1 :/118)۔۔۔۔

۔۔۔ہم عیسی بن جاریہ ہی سے متعلق امام ابن معین رحمہ اللہ کے دیگر اقوال دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ امام ابن معین رحمہ اللہ نے تفرد کے معنی میں ہی ان کی احادیث کو منکر کہا ہے

چنانچہ ایک دوسرے موقع پر امام ابن معین رحمہ اللہ نے کہا:

روی عنه یعقوب القمی لا نعلم أحدا روی عنه غیره وحدیثه لیس بذاك

ان سے یعقوب القمی نے روایت کیا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ ان کے علاوہ بھی کسی نے ان سے روایت کیا ہے اور ان کی حدیث اعلی درجے کی حدیث نہیں ہے۔ (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری 4 : /365)

امام ابن معین رحمہ اللہ کے اس قول سے یہ بات صاف ہوگئی کہ انہوں نے تفرد کے معنی میں ہی ان کی احادیث کو منکر کہا ہے اور اس معنی میں اگر کسی راوی کی احادیث کو منکر کہا جائے تو اس سے راوی کی تضعیف لازم نہیں آتی۔

علاوہ بریں امام ابن معین رحمہ اللہ نے ان کی حدیث کو "لیس بذاک" بھی کہا ہے۔ اور اس صیغہ سے حدیث کی تضعیف نہیں ہوتی ہے بلکہ اعلی درجہ کی صحت کی نفی ہوتی ہے۔

نیز امام ابن معین رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں جو یہ کہا:

لیس بشیء۔ ان کا کوئی مقام نہیں (سوالات ابن الجنید لابن معین : ص 302 :)

تو اس سے امام ابن معین رحمہ اللہ کی مراد جرح نہیں بلکہ ان کا قلیل الحدیث ہونا ہے کیونکہ امام ابن معین رحمہ اللہ قلیل الحدیث کے معنی میں بھی "لیس بشیء" کے الفاظ بولتے ہیں۔ دیکھیے:

(التعریف برجال الموطا: ج 3 ص 812، فتح المغیث : ج 2 ص 123، التنکیل : ص 54)

اور یہاں اس معنی کے لئے قرینہ امام ابن معین رحمہ اللہ کا یہ فرمانا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ یعقوب قمی کے علاوہ کسی اور نے ان سے روایت کیا ہے کما مضی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابن معین رحمہ اللہ کی نظر میں یہ قلیل الروایۃ تھے اور اسی سبب امام ابن معین رحمہ اللہ نے انہیں "لیس بشیء" کہا ہے۔

جواب:

کفایت اللہ سنابلی صاحب نے جو ابن معین کا قول نقل کیا وہ بھی مکمل نقل نہیں کیا، مکمل عبارت ملاحظہ کریں۔

عيسى بن جارية عنده عنده أحاديث مناكير يحدث عنه يعقوب القمي تاریخ الدوری 4/369

عیسیٰ بن جاریہ، ان کے پاس منکر احادیث ہیں اور اس سے یعقوب القمی بیان کرتا ہے۔ ابن معین کے قول کی مکمل عبارت یہ بات واضح کرتی ہے کہ عیسیٰ بن جاریہ کی منکر احادیث روایت ہی یعقوب القمی کرتا ہے۔ ابن معین نے اس بات کی وضاحت دوسرے مقام پر بھی کی۔

امام ابن معین نے کہا:

روى عنه يعقوب القمي لا نعلم أحدا روى عنه غيره وحديثه ليس بذاك

ان سے یعقوب القمی نے روایت کیا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ ان کے علاوہ بھی کسی نے ان سے روایت کیا ہے اور ان کی حدیث کسی کام کی نہیں ہے۔

(تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری 4 :/365)

محدث ابن معین کے اس قول سے واضح ہوتا ہے کہ منکر روایت کو روایت کرنے والا یقوب القمی ہے جس کو کسی دوسرے راوی نے بیان نہیں کیا اور اس کی حدیث کسی کام کی نہیں ہے۔ اس قول سے واضح ہوتا ہے کہ اس کی منکر روایات کی پہچان ہی یہ ہے کہ اس سے یعقوب القمی منکر روایات بیان کرتا ہے۔ موصوف نے اس بات کو الگ رنگ دیا اور لکھا کہ" امام ابن معین رحمہ اللہ کے اس قول سے یہ بات صاف ہوگئی کہ انہوں نے تفرد کے معنی میں ہی ان کی احادیث کو منکر کہا ہے" جو کہ دوسرے قول کے ثابت ہونے کی وجہ سے بالکل غلط اور مردود ہے۔

اس مقام پر یہ بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ ابن معین کی جرح کے بارے میں کفایت اللہ

سنابلی صاحب کہتے ہیں کہ عیسی بن جاریہ کو تفرد کے معنی میں لکھا ہے، کیا ابن معین کے قول سے تفرد ہی ثابت ہوتا ہے؟ یا محدثین کرام کو اس کا دوسرا معنی سمجھ میں آیا ہے؟

علامہ ہیثمی کی کتاب سے کفایت اللہ سنابلی صاحب نے جو توثیق نقل کی اسی حوالہ میں مزید متصل لکھا ہوا ہے۔

وثقه ابن حبان وغيره وضعفه ابن معين۔ (مجمع الزوائد 3/402)

یعنی ابن حبان نے توثیق کی اور ابن معین نے ضعیف کہا۔

اب کفایت اللہ سنابلی صاحب یہ بتائیں کہ ابن معین کے کلام سے کیا مراد ہے؟ اس کی وضاحت علامہ ہیثمی کی قبول کی جائے؟ یا غیر مقلدین حضرات کی؟

مزید یہ کہ

امام ابن معین نے عیسی بن جاریہ کے بارے میں جو یہ کہا:

لیس بشیء۔ ان کا کوئی مقام نہیں۔ (سوالات ابن الجنید لابن معین ص 302)

امام ابن معین کی اس جرح کے بارے میں کفایت اللہ سنابلی صاحب نے اپنے مسلک کے دفاع میں لکھا کہ لیس بشی سے مراد کم روایات بیان کرنے والا ہے۔ مگر دوسری کتاب میں سنابلی صاحب نے اسی جرح کو شدید کہا۔

سنابلی صاحب کا دوسرا رخ:

کفایت اللہ سنابلی صاحب کو جب اپنے موقف کے خلاف حوالہ نظر آیا تو امام ابن معین کی جرح لیس بشی کو جرح ماننے سے ہی انکار کر دیں اور جب اپنے موقف کے حق میں نظر آیا اس کو جرح شدید کہا۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب یزید بن معاویہ ص 510 پر لکھتے ہیں۔

واضح رہے کہ لیس بشئی یہ سخت قسم کی جرح ہے۔ ابن معین کے نزدیک بھی عام حالات مین یہ اسی معنی میں ہے بلکہ بسا اوقات آپ نے کذاب اور وضاح راویوں پر بھی انھیں الفاظ

میں جرح کی ہے۔

قارئین کرام خود نتیجہ اخذ کریں کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب اصول حدیث کے نام پر کس طرح لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔

امام ابوداود کے قول پر تحقیق:

کفایت اللہ سنابلی صاحب انوار التوضیح ص 128 پر لکھتے ہیں۔

امام اَبو داوَد رحمہ اللہ (المتوفی 275) نے کہا:

منکر الحدیث یہ منکر الحدیث ہے۔ (تہذیب الکمال للمزی 22/589)

عرض ہے کہ امام مزی نے امام ابوداوَد ہی سے یہ بھی نقل کیا کہ:

وَقَالَ فی موضع آخر :ما أعرفه. روی مناکیر.

امام ابوداود نے دوسرے مقام پر کہا کہ میں اسے نہیں جانتا اس نے منکر روایات نقل کی ہیں۔ (تہذیب الکمال للمزی 22/590)

امام ابوداود کے اس دوسرے قول سے واضح ہوگیا کہ امام ابوداود نے اس راوی کو منکر الحدیث صرف اس معنی میں کہا ہے کہ انہوں نے منکر روایات نقل کی ہیں اور صرف اتنی بات سے کسی راوی کی تضعیف ثابت نہیں ہوتی کیونکہ کسی راوی کا منکر الحدیث ہونا اور کسی راوی کا منکر روایات بیان کرنا دونوں میں فرق ہے کما مضیٰ۔

جواب:

گذارش ہے کہ اگر امام ابوداود کی جرح منکر الحدیث کو مناکیر پر ہی محمول کرنا ہے تو پھر محدثین کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کی مناکیر کو یعقوب القمی ہی بیان کرتا ہے۔ امام ابن معین کے قول سے یہ ثابت ہے کہ اس کے منکر روایات کی پہچان ہی یہ ہے کہ ان مناکیر کو روایت کرنے والا یعقوب القمی ہے۔ اور مذکورہ روایت میں عیسی بن جاریہ سے روایت کرنے والا بھی یعقب القمی ہے۔ اس لیے اگر موصوف کی یہ بات بالفرض مان بھی لی جائے تو پھر بھی عیسی بن جاریہ کی منکر

روایات یعقوب القمی سے مروی ہونا تو ثابت ہوا۔اور جب کسی راوی کی روایات میں منکر روایت کی نشاندہی ہو جائے تو وہ ضعیف ہوتی ہے۔اس لیے موصوف کی اس تاویل کا بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں۔

امام نسائی کے قول کی تحقیق:

کفایت اللہ سنابلی صاحب انوار التوضیح ص 129 پر لکھتے ہیں۔

امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفی 303) نے کہا:

عیسی بن جارية يروى عنه يعقوب القمى منكر

عیسی بن جاریہ،ان سے یعقوب القمی روایت کرتے ہیں یہ منکر ہے۔

(الضعفاء والمتروکون للنسائی ص 76)

عرض ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ تفرد کے معنی بھی منکر بول دیتے ہیں اور عیسی بن جاریہ رحمہ اللہ کئی روایات میں منفرد ہیں اس لئے .بہت ممکن ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے تفرد کے معنی میں نکارت کی جرح کی ہو۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی 852) نے کہا:

فقد أطلق الإمام أحمد والنسائي وغير واحد من النقاد لفظ المنكر على مجرد التفرد

امام احمد اور امام نسائی وغیرہ ناقدین نے لفظ منکر کو محض تفرد کے معنی میں استعمال کیا ہے۔(النکت علی کتاب ابن الصلاح لابن حجر 2/ 674)

علاوہ بریں امام نسائی رحمہ اللہ متشددین میں سے بھی ہیں۔جیسا کہ امام ذہبی اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے دیکھئے:

(میزان الاعتدال للذہبی 1/ 437.مقدمۃ فتح الباری لابن حجر ص 387)

جواب:

گذارش ہے کہ قارئین کرام دو امور کی طرف توجہ مبذول کریں۔کسی بھی محدث کا کسی راوی کو منکر کہنا اور کسی راوی کی روایت کو منکر کہنا دو الگ الگ اصطلاحات ہیں۔کفایت اللہ سنابلی صاحب اصلاحات کو عوام الناس کے سامنے دھوکے سے پیش کرنے کے ماہر ہیں۔امام نسائی سے ان کی اپنی کتاب الضعفاء والمتروکین 423 میں قول" منکر" ہے۔

خود کفایت اللہ سنابلی صاحب نے بھی اس کا اقرار کیا ہے۔

واضح رہے کہ بعض لوگ امام نسائی سے اس روای سے متعلق "منکر الحدیث" اور "متروک" کی جرح نقل کرتے ہیں لیکن یہ الفاظ امام نسائی سے ثابت نہیں۔

امام نسائی کی کتاب میں صرف منکر کا لفظ ہے غالبا بعض اہل علم نے اسے منکر الحدیث کے معنی میں سمجھ کر معنوی طور پر منکر الحدیث نقل کر دیا ہے۔

(انوار التوضیح ص133)

اس لیے امام نسائی کا عیسی بن جاریہ کو منکر کہنے کو منکر الحدیث پر اطلاق کرنے پر موصوف سنابلی عوام الناس کو دھوکا دے رہے ہیں۔

اس کے برخلاف امام نسائی سے قرائن موجود ہیں کہ ان کا عیسی بن جاریہ کو منکر یا منکر الحدیث کہنا تفرد کے معنی میں نہیں بلکہ راوی پر جرح ہے۔

اول: امام نسائی نے اپنی کتاب الضعفاء والمتروکین میں تقریبا 14 راویوں پر منکر الحدیث کی جرح نقل کی ہے جو کہ جمہور محدثین کرام کے نزدیک بھی سخت ضعیف ہیں۔

دوم: امام نسائی نے عیسی بن جاریہ کو اپنی کتاب الضعفاء والمتروکین 423 دوسرا نسخہ 444 پر ضعیف راویوں میں نقل کر کے منکر کی جرح کی ہے، جس سے یہ معلوم ہوا کہ عیسی بن جاریہ کو امام نسائی کا منکر الحدیث کہنا تفرد پر محمول نہیں بلکہ راوی پر جرح ہے۔

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام نسائی کا عیسی بن جاریہ کے بارے میں "منکر" یا منکر الحدیث کہنا تفرد نہیں بلکہ راوی کا ضعف ہے۔

اب کفایت اللہ سنابلی صاحب کا دوسرا رخ بھی دیکھیں کہ کس طرح مسلک کی حمایت میں ایک ہی اصول کو قرائن وشواہد کی بنیاد پر کس طرح تبدیل کرتے ہیں؟

کفایت اللہ سنابلی کا دوسرا رخ:

کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار التوضیح ص189 میں اس اصول کے برعکس اپنے مسلک کے خلاف 20رکعت تراویح پر حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں ثقہ ثبت راوی یزید بن خصیفہ ہے۔اس روای یزید بن خصیفہ کے بارے م یں موصوف لکھتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

"امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی 241)، چنانچہ امام مزی رحمہ اللہ نے کہا:

وَقَالَ أبو عُبَيد الآجري. عَن أبي داود قال أحمد منكر الحديث.
(تہذیب الکمال للمزی 32/ 173)

بعض اہل عم کا یہ کہنا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے یہاں منکر سے منفرد حدیث بیان کرنے والا مراد لیا ہے اس کے لیے قرینہ درکار ہے جو یہاں نہیں ملتا۔ یاد رہے کہ امام احمد بن حنبل روایت پر تفرد کے اعتبار سے منکر کا اطلاق کرتے تھے نہ کہ راوی پر بولتے تھے۔"

مذکورہ بالا حوالہ سے قارئین کرام نے ملاحظہ کیا کہ جب اپنے مسلک کو ثابت کرنا مقصد تھا اور اپنے مسلک کے خلاف ایک روایت میں عیسی بن جاریہ راوی موجود ہے اور اس پر محدثین کرام کی جروحات جیسے منکر الحدیث کو تفرد پر محمول کیا اور جب اپنے مسلک کے خلاف کوئی قول ملا جس میں منکر الحدیث ہے تو اس قول کو اُچک کر دنیا بھر میں شور مچانا شروع کر دیا۔

مزید یہ کہ یزید بن خصیفہ کے بارے میں کفایت اللہ سنابلی صاحب نے جو لکھا کہ

"بعض اہل عم کا یہ کہنا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے یہاں منکر سے منفرد حدیث بیان کرنے والا مراد لیا ہے اس کے لیے قرینہ درکار ہے جو یہاں نہیں ملتا"

کفایت اللہ سنابلی صاحب کا یہ لکھنا بھی دھوکا اور فریب ہے۔ جناب قرینہ آپ کو اس لیے نہیں ملا کیونکہ آپ کے مسلک کے خلاف راوی نے روایت بیان کی ہے۔ اگر تعصب سے ہٹ کر مطالعہ کیا ہوتا تو امام احمد کے قول پر اس مقام پر متعدد قرینے ملتے۔ ان میں دو قرینے تو امام احمد بن حنبل سے خود موجود ہیں۔

اول: يزيد بن خصيفة. ما أعلم إلا خيرًا. (العلل 3232)

یعنی میں یزید بن خصیفہ کے بارے میں خیر کے علاوہ کچھ نہیں جانتا

دوم: يزيد بن خصيفة. فقال: ثقة. (الجرح والتعدیل 1153)

یزید بن خصیفہ ثقہ راوی ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مسلک کے حق میں جو دلیل تھی اس کے راوی عیسیٰ بن جاریہ پر منکر کی جرح کو منکر الحدیث بنا کر اسے تفرد کا نام دیا اور جس روایت میں 20 رکعت تراویح کا اثبات تھا اس میں راوی یزید بن خصیفہ کے بارے منکر الحدیث کو محدثین کرام اور امام احمد بن حنبل کے قرائن نے تفرد پر محمول کیا، اس تفرد کو موصوف سنابلی صاحب نے جرح بنا دیا۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب کے اس دھوکے اور فریب سے عوام الناس اجتناب کریں۔

ابن عدی کے قول پر تحقیق:

کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنے مسلک کی حمایت میں امام ابن عدی کے جرح کے متعلق لکھتے ہیں۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ (المتوفی 365) نے کہا:

كلها غير محفوظة۔ اس کی مذکورہ تمام احدیث غیر محفوظ ہیں۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی 6/438)

عرض ہے کہ امام ابن عدی نے یہ تبصرہ کرنے سے قبل عیسیٰ بن جاریہ پر بعض محدثین سے نکارت کی جرح نقل کی ہے جو ثابت نہیں ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ امام ابن عدی کی جرح کی بنیاد

غیر ثابت اقوال ہیں لہٰذا امام ابن عدی کی جرح غیر مسموع ہے۔

جواب:

گذارش ہے کہ سنابلی صاحب کا جہاں یہ جواب دھوکا اور فریب ہے، وہیں پر یہ بھی ظاہر ہے کہ سنابلی صاحب ابن عدی کی جرح اور علت قادحہ کا جواب نہیں دے سکتے۔ ابن عدی نے بعض محدثین کرام سے نکارت نقل کی ہے وہ ثابت ہے۔ امام ابن معین اور امام نسائی کے حوالہ سے تو خود کفایت اللہ سنابلی صاحب متعدد بار اقرار کر چکے ہیں کہ عیسیٰ بن جاریہ کو منکر الحدیث کہنا تفرد پر محمول ہے۔ جب خود تفرد کا اطلاق بھی کیا تو نکارت تو خود ثابت ہوگئی کیونکہ محدثین کرام اس اصول کو واضح کرتے ہیں کہ کس راوی کا کس مقام پر تفرد قبول ہوتا ہے اور کس کا نہیں؟

اول:

عیسیٰ بن جاریہ کے بارے میں تو محدثین کرام نے واضح کر دیا ہے کہ اس کی نکارت کی پہچان یہ ہے کہ اس سے نکارت والی روایت یعقوب القمی بیان کرتا ہے۔ اس لیے کفایت اللہ سنابلی صاحب کی یہ بات غلط اور مردود ہے کہ ابن عدی کی جرح کی بنیاد غیر ثابت اقوال ہیں۔

دوم:

بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ابن عدی کی جرح کی بنیاد غیر ثابت اقوال ہیں، تو بھی اس سے آپ کا موقف ثابت نہیں ہوتا کیونکہ خود اپنی کتاب میں یہ تسلیم کیا ہے کہ ابن عدی اپنی کتاب الکامل میں راوی کے ضمن میں جو روایات نقل کریں اس کو منکر نہ بھی کہیں تو وہ منکر ہی ہوتی ہے الا کہ اس کی تصحیح نہ کر دیں۔

سنابلی صاحب کی مسلکی حمایت:

کفایت اللہ سنابلی صاحب نے اپنی کتاب یزید بن معاویہ ص 201 تا ص 203 محدث ابن عدی کی کتاب الکامل کے بارے میں منہج بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"امام ابن عدی عمومی طور پر راوی کے ترجمہ میں منکر روایات ہی ذکر کرتے

ہیں، اس لیے اگر انہوں نے کسی راوی کے ترجمہ میں کوئی روایت ذکر کی ہے، خواہ وہ
وہاں پر صراحت کے ساتھ اسے منکر کہیں یا نہ کہیں، بہرصورت ان کے عمومی طرز عمل
سے ان کے نزدیک اس روایت کو منکر ہی سمجھا جائے گا، الایہ کہ خود امام ابن عدی ہی
کسی خاص روایت کے بارے میں صحت کا فیصلہ دے دیں۔۔۔لہٰذا یہ روایت
دونوں طرق سے امام ابن عدی کے نزدیک منکر یعنی مردود ہی شمار ہوگی۔"

مذکورہ بالا حوالہ کو قارئین کرام ملاحظہ کریں اور خود فیصلہ کریں کہ کس طرح مسلک کی حمایت میں اصول حدیث واصول اسماء الرجال سے انحراف کیا جاتا ہے، اور عوام کو دھوکا دیا جاتا ہے؟

حافظ ابن حجر عسقلانی کے قول پر تحقیق:

کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار التوضیح ص 134 پر لکھتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی 852) نے کہا:

فیہ لین۔ان میں کمزوری ہے۔(تقریب التہذیب لابن حجر: رقم 5288)

یہ بہت ہلکی جرح ہے جس سے تضعیف لازم نہیں آتی ہے یہی وجہ ہے کہ دوسرے مقام پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا:

رجالہ ثقات اس کے رجال ثقہ ہیں۔(الاصابۃ لابن حجر 3/349)

اور ایک دوسرے مقام پر ان کی ایک روایت کو حسن قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

كما أخرجه أبو يعلى بإسناد حسن من رواية عيسى بن جارية

جیسا کہ ابو یعلی نے عیسی بن جاریہ کی روایت حسن سند سے نقل کی ہے۔

(فتح الباری۔ابن حجر۔دار المعرفۃ 2/198)

جواب:

گذارش ہے کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب نے کم از کم یہ تو تسلیم کیا ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس راوی پر کچھ جرح کی ہے۔حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ میں جس روایت کے بارے میں

رجالہ ثقات کہا اس سند میں یعقوب القمی اور عیسی بن جاریہ کے درمیان عنبسہ قاضی الرای نام کا راوی بھی مگر عیسی بن جاریہ کی اکثر مناکیر یعقوب القمی سے ہوتی تھیں۔کفایت اللہ سنابلی صاحب نے حافظ ابن حجر عسقلانی کے اس کلام کو نہیں لکھا جو انہوں نے پیش کردہ صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ کے بارے میں لکھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب اتحاف المہرہ میں کفایت اللہ سنابلی صاحب کی پیش کردہ صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی روایت نقل کر کے اس پر ابن عدی کا حکم لکھ کر اس سے اتفاق کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

حَدِيثُ (خز حب ابنِ عَدِيٍّ) صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ وَالْوِتْرَ. فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْقَابِلَةِ اجْتَمَعْنَا. . . الْحَدِيثَ. (خز) فِي الصَّلَاةِ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ كُرَيْبٍ، ثنا مَالِكٌ، يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ، ثنا يَعْقُوبُ، هُوَ الْقُمِّيُّ، عَنْهُ، بِهِ. وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُثْمَانَ الْعِجْلِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مُوسَى، عَنْ يَعْقُوبَ، بِهِ.

(حب) فِي التَّاسِعِ وَالْعِشْرِينَ مِنَ الْخَامِسِ أنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَزْدِيُّ، ثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أنا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ، ثنا يَعْقُوبُ الْقُمِّيُّ، بِهِ. وَفِي الرَّابِعِ وَالثَّلَاثِينَ مِنْهُ: أنا أَبُو يَعْلَى، ثنا أَبُو الرَّبِيعِ، بِهِ.

صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن خزیمہ کی روایت نقل کرنے کے بعد ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

قُلْتُ: رَوَاهُ ابْنُ عَدِيٍّ فِي الْكَامِلِ: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحِ بْنِ ذُرَيْحٍ، ثنا جَعْفَرُ بْنُ حُمَيْدٍ، ثنا يَعْقُوبُ، بِهِ. وَقَالَ: هَذَا غَيْرُ مَحْفُوظٍ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں: اس روایت کو ابن عدی نے محمد بن صالح بن ذریح ثنا جعفر بن حمید ثنا یعقوب کے طریق سے بیان کیا ہے۔اور ابن عدی نے کہا کہ یہ حدیث غیر محفوظ ضعیف ہے۔(اِتحاف المہرۃ 3/307،رقم 3076)

اس تحقیق سے معلوم کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک بھی 8 رکعت والی صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان والی روایت علت قادحہ کی وجہ سے غیر محفوظ اور منکر ہے۔

عیسی بن جاریہ کے بارے میں تعدیلی اقوال کا جائزہ

کفایت اللہ سنابلی صاحب نے اپنی کتاب انوار التوضیح ص 120 تا 125 تک بھرپور زور لگا کر چند نسبتی تعدیلی اقوال پیش کیے ہیں۔

ابوزرعۃ	لا بأس به	الجرح والتعدیل 6/273
ابن خزیمہ	روی له	صحیح ابن خزیمہ 1070
ابن حبان	ثقات	الثقات 5/214
محدث الخلیلی	مَحِلُّهُ الصِّدْقُ	الارشاد 2/785
المنذری	رَوَاهُ أَبُو يعلى بِإِسْنَاد جيد وَابْن حبَان فِي صَحِيحه	الترغیب والترہیب 1081
علامہ الذہبی	إسناده وسط	المیزان 3/311
علامہ ہیثمی	ورجاله ابي يعلى ثقات	مجمع الزوائد 2/88
البوصیری	هذا إسناد حسن. يعقوب مختلف فيه. والباقي ثقات	مصباح الزجاجۃ 4/245
ابن حجر عسقلانی	رجاله ثقات	الاصابۃ 3/282

ان تعدیلی اقوال کے بارے میں جن محدثین کرام کا نام پیش کیا گیا ہے، اس کے بارے میں خود کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی دیگر تصنیف میں مسلکی ونظریاتی حمایت میں کیا کچھ فرماتے ہیں خود ہی ملاحظہ کریں۔

ابن حبان اور ابن خزیمہ کی توثیق کے بارے میں سنابلی کی رائے:

کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب یزید بن معاویہ ص 518 پر بحوالہ البانی لکھتے ہیں۔

ابن حبان کی توثیق کا کوئی اعتبار نہیں، جیسا کہ بارہا وضاحت کی گئی ہے، اسی طرح ابن خزیمہ کا ان کی حدیث کا تصحیح کرنا بھی غیر معتبر ہے۔ کیونکہ اس سلسلہ میں وہ متساہل ہیں۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب کے ممدوح ارشاد الحق اثری صاحب کا بھی حوالہ الزامی طور پر پیش خدمت ہے۔

مولانا غیر مقلد ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں:

اور جہاں تک کسی حدیث کے متعلق علامہ ہیثمیؒ کے حکم کا تعلق ہے تو یقین جانیئے مجمع الزوائد میں بیسوں ایسے مقامات ہیں جہاں ائمہ فن نے علامہ ہیثمیؒ کے حکم سے اتفاق نہیں کیا۔ (توضیح الکلام 2/409)

امام بوصیری کے بارے میں سنابلی صاحب کی رائے:

کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب یزید بن معاویہ ص 667 پر لکھتے ہیں۔

"اور پانچویں امام بوصیری ہیں، جو بہت بعد کے اور متاخر عالم ہیں۔"

الزامی طور پر کفایت اللہ سنابلی صاحب کے معتمد اور ان کی کتابوں پر تقریظ لکھنے والے جناب ارشاد الحق اثری کا حوالہ بھی ملاحظہ کریں۔

ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

علامہ بوصیریؒ اگر چہ حفاظ حدیث میں شمار ہوتے ہیں مگر علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں:

لا خبرة بالفن كما ينبغي۔ (توضیح الکلام ص 852)

ترجمہ انہیں فن حدیث سے کما حقہ لگاؤ نہ تھا۔

جب خود کفایت اللہ سنابلی صاحب اور ان کے معتمد علماء کا ان محدثین کرام کے بارے میں یہ نکتہ نظر یہ ہے تو ہمارے خلاف پیش کرنے کا کیا مقصد؟

کفایت اللہ سنابلی کے پیش کردہ توثیقی اقوال کی وضاحت:

اب کفایت اللہ سنابلی صاحب کی پیش کردہ توثیق کے متعلق الزامی توضیح ملاحظہ کریں۔

۞ علامہ ہیثمی کی توثیق پر تو خود غیر مقلدین حضرات کو تسلی نہیں ہوتی۔ مگر احناف کے خلاف علامہ ہیثمی کا حوالہ بہت شوق سے پیش کرتے ہیں۔

۞ علامہ ذہبی نے عیسی بن جاریہ کو اپنی کتاب الکاشف 4368 میں مختلف فیہ لکھا اور خود کفایت اللہ سنابلی صاحب اسناد و وسط راوی کی منفرد روایت کو قابل حجت نہیں سمجھتے۔

۞ ابن حجر عسقلانی نے اس راوی اپنی کتاب تقریب التہذیب 5288 پر فیہ لین یعنی اس میں کمزوری ہے لکھا۔

صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن خزیمہ کی روایت نقل کرنے کے بعد ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

قُلْتُ: رَوَاهُ ابْنُ عَدِيٍّ فِي الْكَامِلِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحِ بْنِ ذُرَيْحٍ ثنا جَعْفَرُ بْنُ حُمَيْدٍ ثنا يَعْقُوبُ بِهِ. وَقَالَ: هَذَا غَيْرُ مَحْفُوظٍ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں: اس روایت کو ابن عدی نے محمد بن صالح بن ذریح ثنا جعفر بن حمید ثنا یعقوب کے طریق سے بیان کیا ہے۔ اور ابن عدی نے کہا کہ یہ حدیث غیر محفوظ ضعیف ہے۔ (اتحاف المہرۃ 3/307 رقم 3076)

معلوم کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک بھی 8 رکعت والی صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان والی روایت علت قادحہ کی وجہ سے غیر محفوظ اور منکر ہے۔

۞ کفایت اللہ سنابلی صاحب کے پیش کردہ اقوال میں صرف امام ابو زرعہ الرازی کے قول میں توثیق کسی حد تک واضح ہوتی ہے۔ مگر اس قول کے بارے میں ان کے معتمد غیر مقلد مولانا ارشاد الحق اثری کا جواب الزامی طور پر پیش خدمت ہے

ارجو انه لا بأس به. يُكْتَبُ حَدِيثُهُ. يُعْتَبَرُ به

ایسے الفاظ میں کہ ان کے حاملین کی روایت قابل احتجاج نہیں ہو سکتی۔

(توضیح الکلام 1/132)

اس کے بارے میں مزید لکھتے ہیں۔

ایسے راوی کی روایات صرف متابعات میں قبول ہوتی ہیں۔

(توضیح الکلام ج ۱ ص ۱۳۲)

● حافظ منذری کی توثیق پر کفایت اللہ سنابلی صاحب کے معتمد غیر مقلد عالم شیخ البانی لکھتا ہے۔
حافظ منذری اپنی کتاب "الترغیب" میں ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔
"ورجاله ثقات" یعنی اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔
اس پر البانی لکھتا ہے۔

واسناده ضعيف فيه عنعنة الوليد بن مسلم و عبيد الله بن ابي بردة ولم يوثقه احد حتى ولا ابن حبان فلا يغتر بقول المنذرى ورجاله ثقات۔ (تحقیق مشکوۃ 1/ 87)

ترجمہ: اس روایت کی سند ضعیف ہے اور اس روایت میں ولید بن مسلم نے عن سے روایت اور عبید اللہ بن ابی بردہ کی کسی نے توثیق نہیں کی حتیٰ کہ ابن حبان نے بھی نہیں۔ اس لیے منذری کے قول سے دھوکے میں مت آنا کہ اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

● باقی پیش کردہ توثیق تو ضمنی ہیں جس کی حیثیت مطلقاً توثیق یا تجریح کے مقابل کچھ نہیں۔ لہٰذا کفایت اللہ سنابلی صاحب کی اس ضمنی توثیق کے فارمولا سے تو عرب محققین بھی اختلاف کرتے ہیں۔

● کفایت اللہ سنابلی صاحب کے معتمد عرب محقق دکتور بشار العواد اور شعیب الارنؤوط پیش کردہ روایت کے راوی عیسیٰ بن جاریہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

بل ضعيف، ضعّفه ابن معين، وقال أبو داود والنسائي: منكر الحديث، وقال ابن عدي: أحاديثه غير محفوظة. وقال أبو زرعة وحده: لا بأس به. وذكره ابن حبان في "الثقات".

ترجمہ: بلکہ عیسی بن جاریہ ضعف ہے۔ابن معین نے اس کی تضعیف کی،اور ابوداود اورنسائی نے منکر الحدیث کہا۔اور ابن عدی نے کہا کہ اس کی تمام روایات غیر محفوظ ضعیف ہیں۔صرف ایک محدث ابوزرعہ نے اس کی توثیق کی اور ابن حبان نے اس کو کتاب الثقات میں نقل کیا۔(تحریر تقریب التہذیب 3/136)

حدیث کی علت قادحہ:

محدثین کرام نے پیش کردہ حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ کی رویات جو صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور مسند ابی یعلی میں مروی ہے،اس کی علت قادحہ بیان کررکھی ہے کہ عیسی بن جاریہ سے یعقوب القمی نے منکر روایات بیان کررکھی ہیں،اس لیے ان کی روایات کو غیر محفوظ یعنی کہ ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

ابن عدی کا قول:

محدث ابن عدی نے عیسی بن جاریہ کی 8رکعت تراویح والی روایت اور دیگر روایت کو نقل کر کے کہا:

کلها غیر محفوظة۔اس کی مذکورہ تمام احدیث غیر محفوظ ہیں۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی 6/438)

ابن حجر عسقلانی کا ابن عدی کے قول سے متفق ہونا:

صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن خزیمہ کی 8رکعت تراویح والی روایت نقل کرنے کے بعد ابن حجر عسقلانی نے خاص ابن عدی کا قول لکھا۔

قُلْتُ: رَوَاهُ ابْنُ عَدِيٍّ فِي الْكَامِلِ: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحِ بْنِ ذُرَيْحٍ ثنا جَعْفَرُ بْنُ حُمَيْدٍ ثنا يَعْقُوبُ بِهِ. وَقَالَ: هَذَا غَيْرُ مَحْفُوظٍ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں: اس روایت کو ابن عدی نے محمد بن صالح بن ذریح ثنا جعفر بن

حمید ثنا یعقوب کے طریق سے بیان کیا ہے۔اور ابن عدی نے کہا کہ یہ حدیث غیر محفوظ ضعیف ہے۔(إتحاف المہر ج3/307، رقم 3076)

معلوم کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک بھی 8 رکعت والی صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان والی روایت علت قادحہ کی وجہ سے غیر محفوظ اور منکر ہے۔اس لیے بالفرض کفایت اللہ سنابلی صاحب کے توثیق کے ضمنی اقوال تسلیم کر بھی لیے جائیں تو پھر ابن عدی، ابن حجر عسقلانی اور دیگر محدثین کرام نے اس پر جرح خاص اور علت قادحہ بیان کی ہے کہ عیسیٰ بن جاریہ سے یعقوب القمی کی روایات منکر اور غیر محفوظ ضعیف ہیں۔مزید یہ بھی نوٹ کریں کہ ایسا بھی نہیں کہ محدثین کرام نے عیسیٰ بن جاریہ کی احادیث کو مطلقاً منکر کہا ہے بلکہ ابن عدی اور ابن حجر عسقلانی نے روایات کی اسانید اور متن نقل کرنے کے بعد ان کو غیر محفوظ ضعیف کہا اور ساتھ علت بھی واضح کر دی کہ عیسیٰ بن جاریہ سے یعقوب القمی کی روایات منکر وضعیف ہیں۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب نے بہت زور لگایا عیسیٰ بن جاریہ پر جرح کے جوابات اور تعدیل کے اقوال نقل کرنے میں، مگر علت قادحہ کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف اور غیر محفوظ وضعیف ثابت ہوئی۔

نوٹ:

کفایت اللہ سنابلی صاحب کے نزدیک تراویح کی حد 11 رکعت ہے، ان کے نزدیک 11 رکعت سے زیادہ پڑھی نہیں جا سکتی اور 11 سے کم پر ان کو کوئی اعتراض نہیں۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب نے اپنی کتاب انوار التوضیح ص 149 پر لکھتے ہیں۔

"ہمارا موقف یہی ہے کہ گیارہ سے زائد رکعات پڑھنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے نہ رمضان میں نہ غیر رمضان میں، البتہ گیارہ سے کم رکعات کی ہم نفی کرتے ہی نہیں۔لہٰذا اگر کسی روایت میں ملتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی روایت گیارہ سے کم تعداد میں رات کی نماز پڑھی تو یہ بات نہ تو حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف ہے اور نہ ہی حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے۔"

اس حوالہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کے نزدیک تراویح 11

رکعت سے کم تو مسنون ہو سکتی ہے مگر 11 رکعت سے زیادہ تراویح مسنون نہیں۔ جبکہ عوام الناس میں یہ دھوکا دیتے ہیں کہ تراویح پر کسی پر کوئی طعن نہیں ہے کیونکہ یہ نفلی نماز ہے اس میں کوئی عدد متعین نہیں ہے۔ موصوف کا دھوکا ملاحظہ کریں کہ عوام الناس میں تراویح کو نفل نماز کہہ کر اس کی عدد پر اختلاف نہ کرنے کو کہتے ہیں جبکہ خود زیادہ سے زیادہ 11 رکعت تراویح پر بضد ہیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی مسند ابی یعلی والی روایت کا تحقیق جائزہ

غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی کتاب انوار التوضیح ص 155 پر چوتھی حدیث لکھتے ہیں۔

امام أبو یعلی رحمہ اللہ (المتوفی 307) نے کہا:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، عَنْ عِيسَى بْنِ جَارِيَةَ، حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: جَاءَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنْ كَانَ مِنِّي اللَّيْلَةَ شَيْءٌ يَعْنِي فِي رَمَضَانَ، قَالَ: "وَمَا ذَاكَ يَا أُبَيُّ؟"، قَالَ: نِسْوَةٌ فِي دَارِي، قُلْنَ: إِنَّا لَا نَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَنُصَلِّي بِصَلَاتِكَ، قَالَ: فَصَلَّيْتُ بِهِنَّ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ أَوْتَرْتُ، قَالَ: فَكَانَ شِبْهُ الرِّضَا وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ رات (یعنی رمضان کی رات) مجھ سے ایک چیز سرزد ہوئی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا وہ کیا چیز ہے؟ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے گھر میں خواتین نے مجھ سے کہا کہ ہم قران نہیں پڑھ سکتیں لہذا ہماری خواہش ہے کہ آپ کی اقتداء میں نماز پڑھیں۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے انہیں آٹھ رکعات تراویح جماعت سے پڑھائی پھر وتر پڑھایا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی نکیر نہ کی گویا اسے منظور فرمایا۔ (مسند أبی یعلی الموصلی 3/336)

یہ حدیث بھی صحیح ہے۔ عیسی بن جاریہ اور یعقوب القمی کا تعارف گذشتہ روایت کے تحت ہو چکا

ہے۔

اور "عبد الأعلی بن حماد الباہلی" بخاری، مسلم، اور ابو داود وغیرہ کے رجال میں سے ہیں۔ اور بالاتفاق ثقہ ہیں کسی بھی امام نے ان پر کوئی جرح نہیں کی ہے اور:

امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی748) نے کہا:

المحدث الثبت یہ محدث اور ثبت ہیں۔ (الکاشف للذہبی 1 : /610)

معلوم ہوا کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔

اسی لئے امام ابن حبان رحمہ اللہ اسی سند سے اسے "صحیح ابن حبان" میں روایت کیا ہے دیکھئے: (صحیح ابن حبان 6 : /290)۔

امام ہیثمی رحمہ اللہ (المتوفی807) نے کہا:

رواہ أبو یعلی والطبرانی بنحوہ فی الأوسط وإسنادہ حسن

اسے ابو یعلی اور طبرانی نے اسی طرح اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (مجمع الزوائد ہیثمی 2 : /91)

جواب:

کفایت اللہ سنابلی صاحب کے معتمد عرب محقق ڈکتور بشار العواد اور شعیب الارنووط پیش کردہ روایت کے راوی عیسی بن جاریہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

بل: ضعیف، ضعفہ ابن معین، وقال أبو داود والنسائی: منکر الحدیث، وقال ابن عدی: أحادیثہ غیر محفوظۃ. وقال أبو زرعۃ وحدہ: لا بأس بہ، وذکرہ ابن حبان فی "الثقات".

ترجمہ: بلکہ عیسی بن جاریہ ضعیف ہے، ابن معین نے اس کی تضعیف کی، اور ابو داود اور نسائی نے منکر الحدیث کہا، اور ابن عدی نے کہا کہ اس کی تمام روایات غیر محفوظ ضعیف ہیں۔ صرف ایک محدث ابو زرعہ نے اس کی توثیق کی اور ابن حبان نے اس کو کتاب الثقات میں نقل کیا۔ (تحریر تقریب التہذیب 3/136)

حدیث کی علت قادحہ:

محدثین کرام نے غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی کی پیش کردہ حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ کی روایات جو صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور مسند ابی یعلی میں مروی ہے، اس کی علت قادحہ بیان کر رکھی ہے کہ عیسی بن جاریہ سے یعقوب القمی نے منکر روایات بیان کر رکھی ہیں۔ اس لیے ان کی روایات کو غیر محفوظ یعنی کہ ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

ابن عدی کا قول:

محدث ابن عدی نے عیسی بن جاریہ کی 8 رکعت تراویح والی روایت اور دیگر روایت کو نقل کر کے کہا:

کلھا غیر محفوظة۔ اس کی مذکورہ تمام احادیث غیر محفوظ ہیں۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی 6/438)

ابن حجر عسقلانی کا ابن عدی کے قول سے متفق ہونا:

صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن خزیمہ کی 8 رکعت تراویح والی روایت نقل کرنے کے بعد ابن حجر عسقلانی نے خاص ابن عدی کا قول لکھا۔

قُلْتُ: رَوَاهُ ابْنُ عَدِيٍّ فِي الْكَامِلِ: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحِ بْنِ ذُرَيْحٍ، ثنا جَعْفَرُ بْنُ حُمَيْدٍ، ثنا يَعْقُوبُ، بِهِ. وَقَالَ: هَذَا غَيْرُ مَحْفُوظٍ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں: اس روایت کو ابن عدی نے محمد بن صالح بن ذریح ثنا جعفر بن حمید ثنا یعقوب کے طریق سے بیان کیا ہے۔ اور ابن عدی نے کہا کہ یہ حدیث غیر محفوظ ضعیف ہے۔ (إتحاف المہرۃ 3/307، رقم 3076)

معلوم کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک بھی 8 رکعت والی صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان والی روایت علت قادحہ کی وجہ سے غیر محفوظ اور منکر ہے۔

اس لیے بالفرض کفایت اللہ سنابلی صاحب کے توثیق کے ضمنی اقوال تسلیم کر بھی لیے جائیں تو پھر ابن عدی، ابن حجر عسقلانی اور دیگر محدثین کرام نے اس پر جرح خاص اور علت قادحہ بیان کی ہے کہ عیسی بن جاریہ سے یعقوب القمی کی روایات منکر اور غیر محفوظ ضعیف ہیں۔

مزید یہ بھی نوٹ کریں کہ ایسا بھی نہیں کہ محدثین کرام نے عیسی بن جاریہ کی احادیث کو مطلقاً منکر کہا ہے بلکہ ابن عدی اور ابن حجر عسقلانی نے روایات کی اسانید اور متن نقل کرنے کے بعد ان کو غیر محفوظ ضعیف کہا اور ساتھ علت بھی واضح کر دی کہ عیسی بن جاریہ سے یعقوب القمی کی روایات منکر و ضعیف ہیں۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب نے عیسی بن جاریہ پر جرح کے جوابات اور تعدیل کے اقوال نقل کرنے پر بہت زور لگایا مگر فضول۔ کیونکہ علت قادحہ کی وجہ سے یہ حدیث غیر محفوظ وضعیف ثابت ہوئی۔

نوٹ:

کفایت اللہ سنابلی صاحب کے نزدیک تراویح کی حد 11 رکعت ہے، ان کے نزدیک 11 رکعت سے زیادہ پڑھی نہیں جا سکتی اور 11 سے کم پر ان کو کوئی اعتراض نہیں۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب نے اپنی کتاب انوار التوضیح ص 149 پر لکھتے ہیں۔

"ہمارا موقف یہی ہے کہ گیارہ سے زائد رکعات پڑھنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے نہ رمضان میں نہ غیر رمضان میں، البتہ گیارہ سے کم رکعات کی ہم نفی کرتے ہی نہیں۔ لہٰذا اگر کسی روایت میں ملتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی روایت گیارہ سے کم تعداد میں رات کی نماز پڑھی تو یہ بات نہ تو حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف ہے اور نہ ہی حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے۔"

اس حوالہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کے نزدیک تراویح 11 رکعت سے کم تو مسنون ہو سکتی ہے مگر 11 رکعت سے زیادہ تراویح مسنون نہیں۔

جبکہ عوام الناس کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ تراویح کے معاملہ میں کسی پر کوئی طعن نہیں ہے کیونکہ یہ نفلی نماز ہے اس میں کوئی عدد متعین نہیں ہے۔

موصوف کا دھوکا ملاحظہ کریں کہ عوام الناس میں تراویح کو نفل نماز کہہ کر اس کی عدد پر اختلاف نہ کرنے کو کہتے ہیں جبکہ خود زیادہ سے زیادہ 11 رکعت تراویح پر بضد ہیں۔ گذارش ہے کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب نے ایسے بے شمار دھوکے عوام الناس کو دیے ہیں جس کے تفصیل راقم کی کتاب" نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں" میں ملاحظہ کریں۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب کا ایک دوسرا دھوکا

موصوف کا ایک مزید دھوکا ملاحظہ کریں کہ جس روایت کے بارے میں علامہ ہیثمی کی توثیق وتحسین لفظ اسنادہ حسن سے نقل کر رہے ہیں، اسی طبرانی الاوسط والی روایت کی سند کو کفایت اللہ سنابلی صاحب جنونِ تعصب کی وجہ سے اپنی ہی کتاب میں ضعیف قرار دیا ہے۔

سنابلی صاحب اسی طبرانی الاوسط والی روایت پر کلام کرتے ہوئے انوار التوضیح ص 159 پر لکھتے ہیں۔

"طبرانی کی ایک اور روایت میں بھی رمضان کا ذکر نہیں ہے اس کی سند کا حال بھی دیکھ لیں۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ الطَّلْحِيُّ قَالَ نا جَعْفَرُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نا يَعْقُوبُ الْقُمِّيُّ، عَنْ عِيسَى بْنِ جَارِيَةَ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: جَاءَ أُبَيٌّ فَقَالَ "يَا رَسُولَ اللهِ، كَانَ مِنِّي اللَّيْلَةَ شَيْءٌ إِنَّ نِسَاءً اجْتَمَعْنَ فِي دَارِي لَا يَقْرَأْنَ. فَصَلَّيْتُ بِهِنَّ ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ أَوْتَرْتُ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَكَانَ شِبْهَ الرِّضَا. (بحوالہ طبرانی الاوسط 4/108)

۔۔۔۔اس کی سند میں عثمان بن عبید اللہ الطلحی الکوفی ہے اس کی کوئی معتبر توثیق نہیں ملی، لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔ ہمارے علم کی حد تک یہی دو روایات ہیں جن میں رمضان کا ذکر نہیں ملتا ہے اور یہ دونوں روایات ضعیف ہیں۔"

قارئین کرام نوٹ فرمائیں کہ علامہ ذہبی نے مسند ابو یعلی کے ساتھ طبرانی الاوسط کی روایت کو "اسنادہ وسط" کہا ہے نہ کہ" حدیث حسن" کہا، ان دونوں اصطلاح میں فرق ہے۔

علامہ ہیثمی کا" اسنادہ حسن" کہنے سے مراد یہ ہے کہ اس روایت مسند ابی یعلی اور طبرانی

الاوسط کی سند کے راوی حسن درجہ کے ہیں نہ کہ متن قابل احتجاج ہے۔

موصوف کفایت اللہ سنابلی نے احناف کے خلاف پیش کردہ روایت کی سند کی توثیق پر علامہ ہیثمی کی توثیق کا حوالہ دیا اور جب یہی حدیث ان کے موقف کے خلاف کسی نے پیش کی تو اس پر خود ہی ضعیف کا حکم بھی لگا دیا اور علامہ ہیثمی کی توثیق کو معتبر بھی نہ سمجھا۔ کیا اس کو تحقیق کہتے ہیں کہ اپنے حمایت میں ایک ہی روایت کی توثیق کو معتبر مانا جائے اور وہی روایت اگر اپنے موقف کے خلاف ہو تو اسی توثیق کو معتبر نہ مانا جائے؟ اب مسلکی تعصب رکھنے والے ایسے شخص جو کہ ہر اصول کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرتا ہے اس کے بارے میں کیا کہا جائے؟

کچھ لوگ عوام الناس کو علماء احناف کے چند نامکمل اقوال دکھا کر دھوکہ دیتے ہیں، ان میں ایک قول کی تحقیق پیش خدمت ہے تاکہ مزید حوالہ جات کی اصلیت بھی واضح ہو جائے۔

مولانا عبدالحی صاحب 20 رکعت تراویح کے بارے میں فرماتے ہیں :

مفہوم: تراویح بیس رکعات سنت مؤکدہ ہیں، کیونکہ اس عمل کو خلفائے راشدین نے ہمیشہ کیا ہے اگرچہ حضور ﷺ نے اس پر ہمیشگی نہیں کی، اور پہلے یہ گزر چکا ہے کہ خلفائے راشدین کی سنت بھی واجب الاتباع ہے اور اس کو چھوڑنے والا گناہگار ہے، مگر اس کا گناہ حضور ﷺ کی سنت ترک کرنے والے سے کم درجہ کا ہے۔ اس لیے جو آٹھ رکعات پڑھے وہ برا کام کرنے والا ہے کیونکہ اس نے خلفائے راشدین کی سنت کو چھوڑا۔ قیاس کے طور پر اس کی ترتیب سمجھنا چاہو تو یوں کہو: بیس رکعت تراویح پر خلفائے راشدین نے مواظبت کی اور جس پر خلفائے راشدین نے مواظبت کی ہو وہ سنت مؤکدہ ہے۔ اس لیے بیس رکعت بھی سنت مؤکدہ ہیں۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ہر سنت مؤکدہ کو ترک کرنے والا گناہگار ہوتا ہے۔ اس لیے بیس رکعات کا تارک بھی گناہگار ہوگا۔ اس قیاس کے مقدمات پہلے اصول میں ثابت کر چکے ہیں۔ ("تحفۃ الاخیار" ص 27، مجموعہ رسائل لکھنوی 4/307-308)

راقم نے مذکورہ کتاب ایک طالبعلم کی حیثیت سے لکھنے کی جسارت کی ہے، اگر اس میں کوئی علمی غلطی یا خطا ہو تو خائن، کذب جیسے الفاظ استعمال کی بجائے، اطلاع دے کر تصحیح کا موقع دیں۔ اللہ کریم ہمیں حق بات کہنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین